هفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۶؍ فروری ۲۰۰۴ء | ۱۴؍ذی الحجہ ۱۴۲۴ ہجری قمری ۶؍تبلیغ ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۶

نمازی

حضرت عمیرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

سنو! اولیاء اللہ وہ ہیں جو نمازی ہیں۔

(فردوس الاخبار جلد اول صفحہ ۱۷۲)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت، بصیرت اور یقین پیدا ہو خدا ہی کی طرف سے آتا ہے اور وہ اس وقت آتا ہے جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا تعالیٰ سے دُوری اور بُعد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں۔

''اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اس طرح پھیل گئی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے۔ جو کچھ حالت اس وقت زمانے کی ہو رہی ہے اس پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ بزبان حال پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ عملی حالت ایسی کمزور ہوگئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا تعالیٰ پر ایمان اور اس کی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں۔ ورنہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا پھر یہ بے حیائی اور فسق و فجور، اِتلافِ حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث کیا اس لئے مجھے کہا اَنْتَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْکَ۔ اور اس کے یہی معنے ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس نے اس سلسلہ کی کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی، اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا تعالیٰ کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اس وقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور عملی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت جس شخص کو خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اس کی ہستی، توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ اَنَا مِنْکَ کا مصداق ہوتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ سچ ہے اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے اس عالَمِ اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح جس قدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور ان کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں۔ دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لئے اس نے بادشاہوں اور حکومتوں کے سلسلہ کا نظام رکھا ہے جو شریروں کو سزا دیتے اور مخلوق کے حقوق، ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔ خدا خود اتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریروں کی شرارت سے بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح روحانی نظام کے لئے بھی اس کا ایسا ہی قانون ہے۔ سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت، بصیرت اور یقین پیدا ہو خدا ہی کی طرف سے آتا ہے اور اس کا مامور لے کر آتا ہے اور وہ ذریعہ ٹھہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا تعالیٰ سے دوری اور بُعد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دنیا کے ہاتھ میں صرف پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا تب خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعہ اپنا ظہور فرماتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں اس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَنْتَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْکَ''۔

(ملفوظات جلد دوئم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۹۷۔۴۹۸)

والدین کے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو کوئی دکھ نہ پہنچے

اپنے والدین کی خدمت بجا لاؤ ورنہ اُس جنت سے محروم ہو جاؤ گے جو ان کے قدموں کے نیچے ہے

(احادیث نبویہ اور اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا پر معارف بیان)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۶؍ جنوری ۲۰۰۴ء)

(لندن ۱۶؍جنوری): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیات ۲۴۔۲۵ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں بڑی تاکید فرمائی ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکیں یا شرک کی تعلیم دیں اس کے علاوہ ہر بات میں ان کی اطاعت کا حکم ہے۔ اور یہ حکم اس لئے ہے کہ جو خدمت انہوں نے بچپن میں ہماری کی ہے اس کا بدلہ تو نہیں اتار سکتے اس لئے یہ حکم ہے کہ ان کی خدمت کے

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

عافیت کا حصار

انسان ہمیشہ امن وسکون کا متلاشی رہا ہے۔ تیر کمان کے زمانے بلکہ اس سے بھی پہلے پتھر کے زمانے سے لے کر آج کے ایٹمی دور میں بھی امن وسکون کی ضرورت ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی، بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بے چینی و بے اطمینانی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ دنیا ہر لحاظ سے بہت ترقی کر چکی ہے۔ وہ کام جو پہلے سینکڑوں ہزاروں آدمی ہفتوں بلکہ مہینوں میں کرتے تھے اب پلک جھپکتے میں ہو جاتے ہیں۔ وہ سفر جو رستہ کی مشکلات اور صعوبتوں سے بچنے کے لئے قافلوں کی صورت میں کئے جاتے تھے اور جس سفر کو شروع کرتے ہوئے مسافر اور الوداع کہنے والے آپس میں اس طرح ملا کرتے تھے جیسے وہ آخری سفر پر جا رہے ہوں اور دوبارہ ملاقات شاید میسر ہی نہ آئے، اب تیز رفتار سواریوں اور سفر کی سہولتوں کی وجہ سے عام طور پر سفر ہی نہیں سمجھے جاتے۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی بھی اپنی مثال آپ ہے۔ وہ خبر جو پہلے ڈاک کے گھوڑوں، کبوتروں اور قاصدوں وغیرہ کے ذریعہ دنوں اور ہفتوں میں ملا کرتی تھی اب پلک جھپکتے ہی دنیا بھر میں پھیل جاتی ہے۔

پچھلے زمانے میں بھی لوگ باہم اختلاف کرتے تھے اور اس اختلاف کے نتیجہ میں لڑائیوں تک نوبت پہنچ جایا کرتی تھی مگر اس زمانے کی لڑائی میں ہاتھا پائی کے بعد کہیں ڈانگ سوٹے اور چاقو یا تلوار کا ذکر آتا تھا۔ ظاہر ہے اس صورت میں نقصان بھی بہت محدود ہوتا تھا۔ موجودہ زمانے میں جنگی سامانوں میں جو ترقی ہوئی ہے اس کا تصور بھی لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے ۔ موجودہ زمانے کے ہتھیاروں کی تباہی تو اتنی خوفناک ہے کہ اس کا پوری طرح اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ عظیم دوم کا خاتمہ امریکہ کے جاپان پر ایٹمی بم گرانے سے ہوا تھا۔ اس تباہی پر اب نصف صدی سے زیادہ گزر چکی ہے مگر جو خوفناک بربادی اس وقت آئی تھی آج تک اس کے نقصانات اور بداثرات برابر چل رہے ہیں۔ اور جدید تحقیقات کے نتیجہ میں اس مہلک بم کے تباہ کن اثرات میں مزید اضافے بھی ہو رہے ہیں۔ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ، مہذب اور ماڈرن وہی ملک یا طاقت سمجھی جاتی ہے جس کے پاس ایسے تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تعداد زیادہ ہو۔ بظاہر امن وسکون قائم کرنے والی طاقتیں اور حکومتیں اس کوشش میں تو ضرور لگی ہوئی ہیں کہ ایسے ہتھیار زیادہ عام نہ ہوں اور ان کو کم کر دیا جائے مگر اس کوشش میں بھی یہ بات نمایاں ہے کہ چھوٹی اور کم ترقی یافتہ اقوام کے پاس اگر ایسا کوئی ہتھیار ہو تو اسے زیادہ تباہ کن سمجھا جاتا ہے۔ مگر ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مہلک ہتھیار اگر بڑی اقوام کے پاس ہو تو اسے ترقی کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے استعمال سے دنیا میں ہلاکت وتباہی کی بجائے علمی ترقی رواداری اور معاملہ فہمی پھیلے گی۔

بریں عقل ودانش بباید گریست۔

امن وسکون کے حصول میں بڑی طاقتوں کی ناکامی یہی بتاتی ہے کہ اس سلسلہ میں ہونے والی کوششیں اخلاص و نیک نیتی سے نہیں کی گئیں اور ان میں بے دلی کے علاوہ بے انصافی سے بھی کام لیا گیا ہے اور جب تک یہ صورت حال تبدیل نہ ہو اس وقت تک امن وسکون کا حصول کسی طرح بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ حصول امن کی کوشش کرنے والے یا اس بات کا دعویٰ کرنے والے کہ وہ دنیا میں امن وسکون کے قیام کی غرض سے کوشش کر رہے ہیں وہ خود بھی ابھی تک اس دولت سے محروم ہیں کیونکہ ظاہری مال ودولت اور جاہ وحشم انسان کو قناعت اور خوشی کی دولت نہیں دے سکتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مولانا نورالدینؓ نے اپنے درس قرآن میں قناعت اور سیر چشمی کا ایک ایسا ہی واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک ضعیفہ جو اپنے بیٹے کے ساتھ اکیلی ہی رہتی تھی اس کی نیکی اور تقویٰ کا مجھ پر خاص اثر تھا اور مَیں اس کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے کبھی بھی کسی احتیاج کا اظہار نہ کیا تو مَیں نے اس سے پوچھا کہ محترمہ مَیں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟۔ اس خاتون نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے، کھانے کو مل جاتا ہے، ایک لحاف ہے جو ہم دونوں ماں بیٹا استعمال کرتے ہیں۔ اگر رات کو مجھے یہ محسوس ہو کہ میرا بیٹا باہر کی طرف ہے تو اسے اندر کی طرف اپنے ساتھ لگا لیتی ہوں اور اس طرح بخوبی گزارہ ہو رہا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ میرے اصرار پر اس خدا رسیدہ خاتون نے کہا کہ اگر آپ ضرور ہی کچھ کرنا چاہتے ہیں تو مجھے بڑے الفاظ والا قرآن مجید دلوا دیں۔ نظر کی کمزوری کی وجہ سے تلاوت کرتے ہوئے دقّت ہوتی ہے۔

امن وسکون کی یہ کیفیت قناعت وخدا رسیدگی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

(عبدالباسط شاہد)

احساس کو بھی جانچ نظر کو ٹٹول بھی
ماحول جل رہا ہے تو کچھ منہ سے بول بھی

یوں تو ازل سے روح تھی اس کی سحر سپید
وہ سرو قد تھا جسم کا سچا سڈول بھی

تو کیوں تکلفات کی سولی پہ چڑھ گیا
کافی تھے مجھ کو پیار کے دو چار بول بھی

مَیں اسم ہوں تو اسم کا کچھ احترام کر
سُولی پہ بھی سجا مجھے مٹی میں رول بھی

دار و رسن سے ماپ مرے قد کو لاکھ بار
اک بار خود کو میرے ترازو میں تول بھی

تو فیصلہ تو کر مگر اتنا نہ مُسکرا
ایسا نہ ہو کہ ڈھول کا کھل جائے پول بھی

ہوگا اک اور فیصلہ اس فیصلے کے بعد
اِترا نہ اس قدر کہ یہ دنیا ہے گول بھی

انصاف مٹ گیا ہے ترا خوف اٹھ گیا
اے ربّ ذوالجلال و میزان بول بھی

مضطؔر لہو سے دھل گئیں دل کی سیاہیاں
سورج چڑھا ہوا ہے ذرا آنکھ کھول بھی

{(پروفیسر) چوھدری محمد علی}

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

ساتھ ساتھ ان کے لئے دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور بڑھاپے کی عمر میں بھی ان کو ہماری طرف سے کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے ان آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہوئے اس کی روشنی میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کے حوالے سے پرمعارف امور بیان فرمائے۔ حضور نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جماعت ایسے بوڑھوں کے مراکز کھولے جہاں یہ بوڑھے داخل کروا دئے جائیں کیونکہ ہم تو کام کرتے ہیں اس لئے سنبھالنا مشکل ہے۔ فرمایا قرآن تو کہتا ہے کہ ان کی خدمت کرو اور عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ایسے بوڑھوں کو سنبھالتی ہے جن کی اولاد یا عزیز رشتہ دار نہ ہوں لیکن جن کے بچے ان کو سنبھالنے والے موجود ہوں تو بچوں کا فرض ہے کہ اپنے والدین کو سنبھالیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے آنحضور ﷺ کی بعض احادیث پیش کیں جن میں والدین کی عزت وتکریم اور ان کے حقوق کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے۔

حضور انور نے آنحضور ﷺ کا رضاعی والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک اور اسوۂ حسنہ بیان کیا۔

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اُسوہ بھی بیان فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ سے بدسلوکی کرتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ اپنے والدین کی خدمت بجا لاؤ ورنہ تم اس جنت سے محروم رہ جاؤ گے جو تمہارے ماں باپ کے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے اور ان کی خدمت کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہوں پر ہمیں چلائے۔ حضور انور نے خطبہ کے آخر پر فرمایا کہ آج بنگلہ دیش میں نامساعد حالات میں بھی جلسہ سالانہ ہو رہا ہے۔ ان کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام

”دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا“

اور الفضل انٹرنیشنل کا آغاز

(رشید احمد چوھدری ۔ سابق مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔ ”دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا۔“ (تذکرہ صفحہ ۵۹۶) جس میں نہ صرف ایک اخبار کے شائع ہونے کی خبر دی گئی تھی بلکہ اس کے سن اشاعت کا بھی ذکر ہے جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا الہام کا اس طرف اشارہ کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اخبار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوگا۔

الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کی ضرورت کیوں پیش آئی

۱۹۸۴ کے اوائل میں پاکستان کے ڈکٹیٹر ضیاء الحق نے جماعت احمدیہ اور اس کے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کے خلاف ایسے اقدامات کا ارادہ کیا جس سے نعوذ باللہ خلافت احمدیہ کو عملاً ناکارہ کر کے جماعت احمدیہ میں انتشار پیدا کیا جا سکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ۲۶ ؍اپریل ۱۹۸۴ء کو اینٹی احمدیہ آرڈیننس نمبر ۲۰ پاس کیا ۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے اس ظالم کے بد ارادوں کو بھانپ کر اور خدائی تقدیر کے تحت پاکستان سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آرڈیننس نافذ ہونے کے تین دن بعد آپ لندن تشریف لے آئے ۔اس طرح اس کی مکّارانہ چالیں ناکام ہوگئیں۔

اس ظالمانہ آرڈیننس اور ناجائز سختیوں کی وجہ سے پاکستان میں جماعت کے مرکزی اخبار روزنامہ الفضل ربوہ اور دیگر جماعتی رسائل کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر جو ایک مذہبی پرچے کے لئے ضروری ہوتی ہیں پابندی لگا دی گئی۔ آزادی قلم سلب کر لی گئی۔ تحریروں پر پہرے بٹھائے گئے۔ احمدی اخبارات کے ایڈیٹروں، پرنٹروں اور چھاپہ خانوں کے مالکوں پر بے پناہ مقدمات قائم کئے گئے۔ ان سب تکالیف کو احمدی صحافیوں نے اپنے امام حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے مطابق خندہ پیشانی اور حوصلہ سے برداشت کیا اور وہ کسی نہ کسی طرح اخبارات و جرائد نکالتے رہے اور جماعت کے افراد کا رابطہ اپنے امام سے قائم رکھا مگر ان ناجائز پابندیوں کی وجہ سے وہ اپنے فرائض کماحقہٗ ادا کرنے سے قاصر رہے۔ ایک وقت جماعت پر ایسا بھی آیا کہ حکومت پاکستان نے روزنامہ الفضل کی اشاعت بند کر دی۔ ان دنوں جماعت کے دائمی مرکز قادیان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ’بدر‘ نے کافی حد تک اس کمی کو پورا کیا اور حضور کے بصیرت افروز خطبات وخطابات اور مجالس عرفان کی رپورٹیں احباب جماعت کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔

جماعت احمدیہ اس وقت ایک نہایت نازک دور میں سے گزر رہی تھی ۔ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے لندن سے از سرِ نو تبلیغی اور تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا اور اس سلسلہ میں محسوس کیا کہ جماعت کو مزید ایک اخبار اور ٹیلیویژن سٹیشن کی ضرورت ہے تا کہ دنیا بھر کے احمدیوں تک رسائی ہو سکے اور خلیفۂ وقت کے خطبات، جلسوں کے خطابات اور مجلس عرفان کی کارروائیوں کے ذریعہ احمدی مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا جائے، اُن کی ہمت بندھائی جائے مزید برآں ان لوگوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا مؤثر ردّ کیا جائے جو جماعت احمدیہ کے عقائد کے بارہ میں بدظنیاں پھیلاتے ہیں اور دشمنوں کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا جائے۔ چنانچہ ۷ ؍جنوری ۱۹۹۴ء کو لندن سے جماعت احمدیہ کے مرکزی ترجمان ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ اجراء ہوا اور اسی دن مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کے باقاعدہ پروگراموں کے نشر کرنے کا اعلان ہوا۔ ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا چاہے وہ دنیا کے کسی خطہ میں بستا ہو اپنے خلیفہ کے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو جائے کہ جسے دنیا کی کوئی حکومت یا ڈکٹیٹر توڑنے کا خیال بھی نہ کر سکے۔

الفضل انٹرنیشنل کمیٹی کا قیام

اخبار الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے ۷ مارچ ۱۹۹۳ء کو الفضل انٹرنیشنل کمیٹی کا اعلان کیا اور اسے مفصل ہدایات سے نوازا۔ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس ۹ مارچ ۱۹۹۳ء کو محمود ہال میں منعقد ہوا۔ حضور انور کی راہنمائی اور ارشادات کی روشنی میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ حضور کی خدمت میں پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اخبار الفضل کا ایک ہفتہ وار انٹرنیشنل ایڈیشن لندن سے شائع کیا جائے۔ اور نمونہ کا ایک شمارہ جولائی ۱۹۹۳ء میں جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر شائع کیا جائے۔ اس شمارہ کے لئے حضور نے ۲۲ جولائی ۱۹۹۳ء کو ازراہ شفقت مندرجہ ذیل خاص پیغام بھجوایا جو ۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء کے نمونہ کے شمارہ کے سرورق پر شائع ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کا پیغام

”اخبار الفضل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے بابرکت دور خلافت میں حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ ۱۸ جون ۱۹۱۳ء کو جاری ہوا۔ اس وقت آپ منصب خلافت پر مامور نہیں ہوئے تھے اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد کے نام سے جانے جاتے تھے ۔آج الفضل کا پرچہ جس کا آغاز سادگی سے غالباً چند سو پرچوں سے ہوا تھا نئی آب و تاب اور شان کے ساتھ نئے عالمی دور میں داخل ہو رہا ہے اور لندن سے اس کے انٹرنیشنل ایڈیشن کی اشاعت کا آغاز ہو رہا ہے۔

الفضل کے لئے حضرت امّاں جان (سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ) نے اپنی زمین کا ایک ٹکڑا بیچ کر اور حضرت امّی جان (حضرت امّ ناصرؓ صاحبہ) نے اپنے دو زیور پیش کر کے جنہیں حضرت مصلح موعودؓ نے خود لاہور جا کر فروخت کیا اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ نے نقد روپے اور زمین کا ایک ٹکڑا دے کر ابتدائی سرمایہ مہیّا کیا۔ نیز حضرت قاضی ظہور الدین اکملؓ، حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ اور حضرت مولانا عبدالرحیم نیّرؓ صاحب جیسے بزرگ صحابہ نے بھی خصوصی معاونت فرمائی۔

اخبار الفضل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقسیم ہند و پاک سے پہلے برصغیر میں بلا روک ٹوک مکمل آزادی کے ساتھ جماعت کی علمی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا اور اس اخبار نے جماعت کے ایک بڑے حصہ کو دنیا کے روزمرّہ کے اخباروں سے بھی ایک حد تک مستغنی رکھا کیونکہ عالمی اور ملکی خبریں نہایت عمدہ اور دلچسپ انداز میں اختصار کے ساتھ اس اخبار میں شائع ہوتی رہیں۔ لیکن تقسیم ہندو پاکستان کے بعد جب پاکستان میں ملّائیت نے سر اٹھانا شروع کیا تو الفضل پر کئی ابتلاء کے دور آئے اور کئی قسم کی پابندیاں لگنی شروع ہوئیں یہانتک کہ جنرل ضیاء صاحب کے آمرانہ دور میں تو حتی المقدور الفضل کی آواز کو دبانے اور الفضل کی آزادی پر قدغن لگانے کی ہر مذموم سعی کی گئی حتیٰ کہ ایک لمبا تکلیف دہ دور ایسا بھی آیا جب یہ اخبار مسلسل بند رہا۔ اور پاکستانی جماعت خصوصیت کے ساتھ مرکزی خبروں کے اس اہم رشتے سے کٹ جانے سے بے چین اور بے قرار رہی۔ تربیتی لحاظ سے بھی خصوصاً چھوٹی جماعتوں میں اس کا منفی اثر ظاہر ہونا شروع ہوا لیکن جماعت احمدیہ نے بالآخر قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ الفضل کے اجراء کا حق بحال کرا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کی عدلیہ کو جزائے خیر دے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے معاملہ میں انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کی جرأت دکھائی۔ اس از سرِ نو اجراء کے باوجود وہ مستقل پابندیاں جو ضیاء الحق کے آمرانہ آرڈیننس کے ذریعہ جماعت پر قائم کی گئیں ان پابندیوں سے الفضل اور جماعت کے دیگر جرائد و رسائل کو جو مستقل زخم لگائے گئے تھے وہ اسی طرح ہرے رہے اور رِستے رہے چنانچہ آج بھی آپ جگہ جگہ الفضل کی عبارتوں اور جملوں میں جو خلا دیکھتے ہیں یا بریکٹوں میں بعض غائب عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے یہ سب انہی زخموں کے رِستے ہوئے ناسور ہیں۔

جماعت احمدیہ عالمگیر اپنے بہت ہی محبوب روزنامہ کے ساتھ یہ بدسلوکی ہوتے دیکھ کر ہمیشہ کرب محسوس کرتی رہی اور یہ خیال بار بار ابھرتا رہا کہ کیوں نہ الفضل کا ایک عالمگیر متبادل جاری کیا جائے۔ اس خیال کو اس وجہ سے بھی مزید تقویت پہنچی کہ محض الفضل کی آزادیٔ تحریر پر ہی پابندی نہیں تھی بلکہ اشاعت کی راہمیں ازراہ شرارت بار بار روکیں ڈالی جاتی رہیں۔ چنانچہ جس طرح بے باک حق گو ہفتہ وار ”لاہور“ کے ساتھ مستقلاً یہ سلوک جاری رہا کہ نامعلوم بے چہرہ اداروں کی طرف سے ڈاک خانوں سے بنڈل کے بنڈل غائب کر دئے جاتے تھے اور اب بھی کم وبیش یہ سلسلہ جاری ہے ویسا ہی کچھ معاملہ الفضل سے بھی گاہے بگاہے ہوتا رہا جس کی وجہ سے اچانک اخبار کی ترسیل میں خلا پیدا ہونا عالمگیر قارئین کے لئے مزید اذیت کا موجب بنتا رہا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس نے بالآخر الفضل کی عالمگیر اشاعت کی ضرورت اور خواہش کو حقیقت کا روپ عطا کر دیا۔

تاریخی ریکارڈ کے طور پر مختصراً یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ الفضل کے عالمگیر اجراء کے لئے پہلے مکرم چوہدری رشید احمد صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے مندرجہ ذیل ممبران تھے (۱) مکرم بشیر احمد رفیق صاحب۔ (۲) مکرم نصیر احمد قمر صاحب۔ (۳) مکرم منیر احمد جاوید صاحب۔ (۴) مکرم عبد الماجد طاہر صاحب۔ (۵) مکرم صفدر حسین عباسی صاحب۔ (۶) مکرم لئیق احمد طاہر صاحب۔ (۷) مکرم خلیل الرحمٰن ملک صاحب۔ (۸) مکرم سعید احمد جسوال صاحب۔ (۹) مکرم مبارک احمد ظفر صاحب۔

اس کمیٹی نے لمبے عرصہ تک بڑی محنت سے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے غور وخوض کیا اور ساتھ ساتھ مجھے مطلع رکھ کر ہدایات لی جاتی رہیں۔ میں اس کمیٹی کا ممنون ہوں۔ آپ بھی ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انہوں نے ماشاء اللہ بہت عمدہ کام کیا ہے۔ اب جبکہ سارے انتظامات تقریباً مکمل ہیں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ صدر کمیٹی مکرم رشید احمد چوہدری صاحب کو پہلا مدیر اعلیٰ مقرر کیا جائے اور ان کے ساتھ مکرم منیر احمد جاوید صاحب اور مکرم عبد الماجد صاحب کو بطور نائب مدیر خدمت کا موقع دیا جائے۔ مینجمنٹ کی نگرانی ایڈیشنل وکیل التصنیف مکرم بشیر احمد رفیق صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔

الفضل انٹرنیشنل بلا ناغہ ہفتہ وار جاری کرنے میں ابھی کچھ اور وقت لگے گا لیکن اس کا ایک نمونہ پہلے پرچہ کے طور پر احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک معیّن ہفتے کے الفضل کی اہم خبروں، دلچسپ مضامین اور منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ مزید برآں جماعت کی بین الاقوامی اہمیت کی خبروں کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس معیّن عرصہ کے الفضل میں شائع نہیں ہو سکیں تجویز یہ ہے کہ آئندہ انشاء اللہ بعض مستقل عناوین کے تابع اس میں مزید مقالہ جات اور مضامین بھی شامل کئے جاتے رہیں گے تا کہ بعینہٖ پاکستان کے الفضل کی نقالی نہ ہو بلکہ اسے مزید دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔ یہ پہلا نمونہ احباب کی خدمت میں صرف دعا کی تحریک کے ساتھ پیش ہے۔

جہاں کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا کیا گیا ہے وہاں مکرم نعیم عثمان صاحب کا نام بھی شامل ہونا چاہئے جنہوں نے اشتہارات کے حصول کے ذریعہ الفضل انٹرنیشنل کے اس پرچے کی قابل قدر خدمت سرانجام دی اور صرف احمدیوں سے ہی نہیں بلکہ جماعت سے باہر دوسرے تجارتی اداروں سے بھی اشتہار حاصل کئے۔ امید ہے کہ جماعت کے دیگر احباب بھی الفضل

انٹرنیشنل کی خدمت سے گریز نہیں کریں گے۔"

پیغام کے آخر میں حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خدا کرے یہ اخبار نہ صرف جاری رہے بلکہ بیش از بیش ترقی کرتا ہوا ہفتہ وار کی بجائے روزنامہ میں تبدیل ہو جائے لیکن ابھی اس سفر میں بہت اہم مراحل اور بھی طے کرنے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کا یہ نیا دور مبارک ہو۔"

الفضل انٹرنیشنل کے پہلے خریدار ہمارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تھے۔ اخبار کا زر سالانہ یو کے ۲۵ پونڈ، یورپ ۲۷ پونڈ اور بقیہ ممالک ۳۶ پونڈ مقرر کیا گیا۔ الفضل انٹرنیشنل کے ٹائٹل کے لئے لاہور سے مبارک محمود صاحب پانی پتی نے مختلف ڈیزائن بھجوائے جن میں سے ایک کا انتخاب کر لیا گیا۔ اس کی چھپوائی کا تخمینہ انگلستان، جرمنی، کینیڈا اور امریکہ کے مختلف پریسوں سے حاصل کیا گیا۔ سب سے سستا تخمینہ نیوز فیکس انٹرنیشنل لمیٹڈ نے دیا یعنی پانچ ہزار کی تعداد میں ۱۶ صفحات کے اخبار کے ۴۰۰ سو پونڈ لاگت مقرر کی جسے منظور کر لیا گیا۔

۳۰ جولائی کے نمونے کے شمارہ کے سرورق پر حضرت مسیح موعودؑ کا الہام جو آپ کو ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو ہوا تھا۔ "دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا" (تذکرہ صفحہ ۵۹۶) برکت کے حصول کی خاطر شائع کیا گیا۔ اس شمارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پیغام کے علاوہ ان کے قطب شمالی کے تاریخی سفر کی مختصر روئداد، قطب شمالی میں خطبہ جمعہ اور کرہ ارض کے آخری کنارے پر نماز باجماعت کی تصاویر نیز مچھلی کا شکار کھیلتے ہوئے حضور انور کی تصویر وغیرہ شائع ہوئیں۔ مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا مضمون "الفضل کی زندگی کے ۸۰ سال۔ دور نو شاندار مستقبل" مولانا عبدالماجد طاہر صاحب کا مضمون "مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام"۔ مکرم محمد اشرف صاحب شہید آف جلھن ضلع گوجرانوالہ کا اپنے آقا کے نام آخری مکتوب، خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بتاریخ ۲۳ جولائی ۱۹۹۳ء، مکرم مسعود احمد خاں صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل کا مضمون "دوریوں کو قربتوں میں بدلنے والی تقدیر خاص" اور جماعت احمدیہ پاکستان پر ظلم و ستم کے چند واقعات شائع کئے گئے۔ نیز اس خاص نمبر کے لئے مکرم ثاقب زیروی صاحب کی نظم "سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت" جو انہوں نے خاص طور پر اس شمارہ کے لئے لکھی تھی، شائع ہوئی۔

الفضل انٹرنیشنل کی کمپیوٹر کمپوزنگ ابتداء میں مکرم مولانا عبدالحفیظ صاحب کھوکھر اور مکرم ملک محمود احمد صاحب نے کی۔ اور جب یہ باقاعدہ شروع ہوا تو مکرم مولانا عبدالحفیظ صاحب کھوکھر کو ہی الفضل کی کمپوزنگ کا کام سونپا گیا اور آپ اس وقت سے مسلسل اس خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور محنت اور اخلاص کے ساتھ یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اخبار کی ترسیل کا مرحلہ بھی کافی کٹھن ہوتا ہے۔ اگر اس کے لئے کمپنیوں کو استعمال کیا جائے تو بہت زیادہ خرچ آتا ہے۔ لہذا فیصلہ کیا گیا کہ رضا کاروں سے کام لیا جائے۔ چنانچہ مکرم احمد منان مرزا صاحب شروع سے ہی یہ کام سنبھالے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ رضا کاروں کی اچھی خاصی ٹیم اخبار کی ترسیل کا کام کرتی ہے۔ اس ٹیم میں مستورات اور بچے بھی شامل ہیں۔ جو لفافوں پر ایڈریس لیبلز چسپاں کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ دس سال سے بڑی باقاعدگی سے یہ کام خوش اسلوبی سے انجام پا رہا ہے۔

اس شمارہ کے شائع ہونے کے بعد ہمارا خیال تھا کہ ہم چند ہفتوں کے بعد ہی اس قابل ہو جائیں گے کہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ اجراء ہو سکے۔ اس سلسلہ میں تمام ممکن تدابیر اختیار کی جا رہی تھیں مگر باوجود کوشش کے بعض معاملات طول پکڑتے گئے اور وقت سرعت کے ساتھ نکلتا گیا۔ حتّٰی کہ دسمبر کا مہینہ آ گیا اور حضور انور نے تمام انتظامات کا جائزہ لے کر فرمایا کہ جنوری ۱۹۹۴ء سے اس کی باقاعدہ اشاعت کا انتظام کریں۔

اسی دوران ایک روح پرور واقعہ پیش آیا جس کا یہاں بیان ضروری ہے۔ وہ یہ کہ ۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء کے پرچہ کی اشاعت کے بعد جہاں مختلف ممالک سے احباب کرام کے تہنیت کے پیغامات موصول ہوئے وہاں کینیڈا سے مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نے حضور پرنور کی خدمت میں ایک فیکس ۲۵ راگست ۱۹۹۳ء کو روانہ کیا جس میں لکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الہام "دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا" کے حروف ابجد کے حساب سے کل تعداد ۱۹۹۳ بنتی ہے اور خوش قسمتی سے الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کا سال بھی ۱۹۹۳ء ہے گویا اس الہام میں یہ خوشخبری ہے کہ سال ۱۹۹۳ء میں ایک اخبار شائع ہوگا جو غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوگا۔

یہ فیکس جب حضور انور کی خدمت میں پیش ہوئی تو اس کے حاشیہ پر حضور انور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے لئے ہدایت لکھی کہ وہ اس بارہ میں زبانی ہدایت لیں۔ مولانا نصیر احمد قمر صاحب جو اس وقت پرائیویٹ سیکرٹری تھے فرماتے ہیں کہ حضور نے انہیں بلا کر یہ ہدایت بھی کی تھی کہ اس فیکس کے بارہ میں ایڈیٹر الفضل یا الفضل کمیٹی کے کسی ممبر سے بات نہ کریں۔ ان کو اپنے طور پر تیاری کرنے دیں۔ زبردستی الہام کو چسپاں کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ مولانا نصیر قمر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس ارشاد کی تعمیل میں مَیں نے کسی سے اس فیکس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی خط پر کسی قسم کا نوٹ لکھا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مولانا نصیر احمد قمر صاحب رخصت پر پاکستان تشریف لے گئے اور یہ خط پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں پڑا رہا۔ اوائل دسمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے الفضل کمیٹی کے ممبران کو بلایا اور ان کے کام کا تفصیلی جائزہ لیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہفتہ وار الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ شمارہ ۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو شائع کیا جائے۔

مولانا نصیر احمد قمر صاحب کے جانے کے بعد مولانا منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ انہوں نے جب ڈاک میں یہ خط دیکھا کہ اس کا جواب نہیں بھجوایا گیا تو دوبارہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جس پر حضور نے مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۳ء کو مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب کو ایک خط اس سلسلہ میں تحریر کیا جس میں لکھا کہ: "الفضل انٹرنیشنل کے اجراء پر آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا" کے اعداد ۱۹۹۳ بیان کر کے ۱۹۹۳ء میں اس کی اشاعت کے واقعہ کو غیر معمولی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ جزاکم اللہ۔ غیر معمولی تو خدا کے فضل سے ہے ہی لیکن لفظ "شائع" کے حرف "ء" (ہمزہ) کا عدد "ا" آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ الفضل عملاً جنوری ۱۹۹۴ء سے باقاعدہ شروع ہو رہا ہے اور "ء" کا ایک (ا) عدد شامل کر کے یہ اعداد بالکل ۱۹۹۴ بن گئے ہیں جو کہ اخبار کے اجراء کا اصل سن ہے۔ ہم نے جان بوجھ کر آپ کے اس خط کو Release نہیں کیا تھا اور الفضل کی انتظامیہ کو بتایا تک نہیں تھا تاکہ وہ اس کے باقاعدہ اجراء کی تاریخیں اس کے مطابق set کرنے کی کوشش نہ کریں۔ لیکن اب جبکہ اس کے اجراء کی تاریخ طے ہو چکی ہے تو اوّل آپ کا یہ خط دوبارہ میرے سامنے پیش ہوا ہے۔ دوسرے وہ تاریخ عین ۱۹۹۴ء کا آغاز ہے جو کہ اس الہام کے اعداد کا حقیقی مجموعہ ہے"۔

یوں خدا تعالیٰ نے سب کی نظروں سے اسے فیصلہ ہو جانے کے کئی روز بعد تک اوجھل رکھ کر یہ فعلی شہادت مہیّا فرما دی کہ یہ فیصلہ اس کا تائید یافتہ اور اس الہام کی تکمیل کا مظہر ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

مارچ ۱۹۹۴ء میں مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب پاکستان سے واپسی پر اس اخبار کے مدیر اعلیٰ اور مینیجر مقرر ہوئے اور آج حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہاتھوں کا لگایا ہوا یہ پودا بڑی شان و شوکت کے ساتھ نشوونما پاتے ہوئے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ یہ اخبار ساری دنیا میں سچے علوم و عرفان کی پیاسی روحوں کو سیراب کر رہا ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اس اخبار کی علمی، عملی، قولی اور فعلی ہر لحاظ سے مدد فرمائیں۔ اہل علم و اہل قلم حضرات ٹھوس، مفید، معلوماتی اور حقائق پر مشتمل مضامین بھجوائیں۔ اس کی خریداری کو بڑھانے کی سعی فرمائیں۔ تاجر پیشہ حضرات اس میں اشتہار دے کر اس کی معاونت فرمائیں تاکہ یہ اخبار بیش از پیش ترقی کرتا چلا جائے۔ آمین ❁❁❁❁

فرانس کے سرکاری سکولوں میں مذہبی شعائر پر پابندی

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

فرانس کی حکومت کو تشویش ہے کہ ان کے ملک کے پچاس لاکھ مسلمان باشندے اپنے مذہب کے معاملہ میں کچھ زیادہ ہی سنجیدہ اور متشدد ہوتے جا رہے ہیں۔ مذہبی تعصب کی بڑھوتی کو روکنے کے لئے وہ ایک ایسا قانون بنا رہے ہیں جس کے تحت سرکاری سکولوں کے طلباء و طالبات کوئی ایسا لباس یا نشان جو کوئی مخصوص مذہبی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہو، نہیں پہن سکیں گے۔

رائیٹر کی خبر ہے کہ فرانس کے وزیر تعلیم Mr. Luc Ferry نے آج ایک ایسی بات کہی ہے جس سے یہ معاملہ عجیب خلط ملط سا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر معلوم ہوا کہ ڈاڑھیوں کو مذہبی علامت کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے تو ان پر بھی پابندی لگائی جا سکتی ہے۔

فرانس کے حزب مخالف کے سیاستدانوں نے مجوزہ قانون کو گمراہ کن قرار دے کر اس کا مذاق اڑایا ہے۔ صدر شیراک (Jacques Chirac) کے قدامت پسند حلیفوں نے کہا ہے کہ وہ اس قانون کی مخالفت میں ووٹ دیں گے۔ جب وزیر موصوف سے کہا گیا کہ مسلمان تو اپنے نبی کی سنت کی پیروی میں ڈاڑھی رکھتے ہیں اور سکھ بھی اپنی مذہبی روایات کے مطابق ڈاڑھی رکھتے ہیں تو اگر مسلمان بچیاں اپنے سروں کو سکارف سے ڈھانک نہیں سکیں گی تو پیرس کے علاقہ میں رہنے والے پانچ ہزار سکھوں کا کیا ہوگا۔ تو وزیر نے جواب میں کہا کہ وہ اپنی مخصوص پگڑیاں تو پہن سکیں گے لیکن ان کو ڈاڑھیوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ ان کا کیا بنے گا۔ صرف اتنا کہا کہ ہر ایسے لباس اور علامت پر پابندی عائد ہوگی جس سے کسی کے مذہب کا اظہار ہوتا ہو۔

مگر سرکاری حکام نے کہا کہ مجوزہ قانون کے تحت مسلمان عورتوں کا پردہ، یہودیوں کی تنگ ٹوپی (Scull Cap) اور عیسائیوں کی بڑی صلیبیں سبھی ممنوع قرار پائیں گی۔

(ماخوذ از سڈنی ہیرلڈ، ۲۲/جنوری ۲۰۰۴ء)

اور یوں جو مسلمان بچیوں کے سکارف سے چلی تھی وہ سکھوں کی ڈاڑھیوں، یہودیوں کی ٹوپیوں اور عیسائیوں کی صلیبوں تک جا پہنچی۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اگر شکلوں، ناموں، زبانوں اور دوسری تہذیبی علامتوں سے مذہب کا اظہار ہوتا ہو تو پھر کیا کریں گے۔

کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ فرانسیسی حکومت علامتوں کو دبانے کی بجائے مذہبی تعصب اور نفرت کو ختم کرنے کے لئے اقدامات کرتی۔ مثلاً طلباء و طالبات کو ایسی آفاقی، اخلاقی اقدار سکھائی جاتیں جو سبھی مذاہب میں مشترک ہیں اور عقل اور ضمیر کے مطابق ہیں۔ مثلاً انسانیت کا درس دیا جاتا، انسانی بنیادی حقوق اور مذہبی آزادی کی اہمیت دلوں میں بٹھائی جاتی، ایک دوسرے کے ساتھ عدل، احسان اور قریبیوں جیسا سلوک کرنے کی تلقین کی جاتی۔ حیا، شرافت، روشن خیالی، اعتدال پسندی، والدین کے حقوق، اساتذہ اور بڑوں کا ادب سکھایا جاتا۔ اگر یہ باتیں سکھائی جاتیں تو نہ کسی کو اعتراض ہوتا اور نہ مذہبی تنگ نظری ان پر غالب آتی جو اس قانون کا اصل مقصد ہے۔

❁❁❁❁❁

خطبہ جمعہ

اللہ کے حقوق سے تجاوز کریں گے تو شیطان ضرور حملہ آور ہو گا

نماز تمام سعادتوں کی کنجی ہے اس سے پہلے اپنے تمام اعضاء غیر اللہ کے خیالات سے دھوڈالیں

شیطان کی پیروی چھوڑنے اور رضائے الٰہی کی راہوں پر چلنے کے لئے پرمعارف اور لطیف بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۲/دسمبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۲/فتح ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ۔ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَازَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا۔ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾۔(سورة النور آیت ۲۲)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو وہ تو یقیناً بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہوسکتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

قرآن کریم میں چار پانچ مختلف جگہوں پر یہ حکم ہے کہ شیطان کے قدموں پر نہ چلو، ان پر چلنے سے بچتے رہو۔ کبھی عام لوگ مخاطب ہیں اور بعض جگہ مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ تو ایمان لانے والوں کو یہ تنبیہ کی ہے، مومنوں کو یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ ہم ایمان لے آئے اس لئے ہمیں اب کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ تمہیں فکر کرنی چاہئے۔ کیونکہ جہاں تم ذرا بھی لاپرواہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹی تو تمہارا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہر وقت موجود ہے۔ کیونکہ شیطان گھات میں بیٹھا ہے۔ اس نے تو آدم کی پیدائش کے وقت سے ہی کہہ دیا تھا کہ اب مَیں ہمیشہ اس کے راستے پر بیٹھا رہوں گا اور شیطان نے اپنے پر یہ فرض کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی آدم اور اس کی اولاد کے لئے نیک راستے تجویز کرے گا وہ ہر وقت ہر راستے پر بیٹھ کر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور شیطان نے یہ کہا کہ مَیں ان کے دلوں میں طرح طرح کی خواہشات پیدا کروں گا تا کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکتے رہیں۔ مختلف طریقوں سے انسانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اگر ایک دفعہ میرے ہاتھ سے نکل بھی جائیں تو مَیں لگاتار حملے کرتا رہوں گا کیونکہ مَیں تھک کر بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ مَیں دائیں سے بھی حملہ کروں گا، مَیں بائیں سے بھی حملہ کروں گا، پیچھے سے بھی حملہ کروں گا، سامنے سے بھی حملہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس نے ایک طرح کا چیلنج دیا تھا کہ ایسے ایسے طریقوں سے حملہ کروں گا کہ ان میں سے بہتوں کو تو شکر گزار نہیں پائے گا۔ تو خیر وہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جواب دیا لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ناشکر گزار لوگ ہوتے ہیں تو واضح ہو گیا کہ وہ شیطان کے قدموں پر چلنے والے ہیں۔ اور شیطان کے قدموں پر حکم بھی ہے کہ نہ چلو تو اس کا حکم کیا ہے۔ جیسا کہ واضح ہے کہ شیطان کا راستہ اختیار نہ کرو۔ ان باتوں پر عمل نہ کرو جو شیطان کے رستے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ جب انسان مومن بھی ہو، پتہ بھی ہو کہ شیطان کا راستہ کون سا ہے اور پھر یہ بھی پتہ ہو کہ شیطان کا راستہ انتہائی بھیانک راستہ ہے۔ یہ مجھے تباہی کے گڑھے کی طرف لے جائے گا تو پھر کیوں ایسا شخص جو ایک دفعہ ایمان لے آیا ہو شیطان کے راستے کو اختیار کرے گا اور اپنی تباہی کے سامان پیدا کرے گا۔ کوئی عقل والا انسان جس نے ایمان بھی دیکھ لیا ہو، جانتے بوجھتے ہوئے کبھی بھی اپنے آپ کو اس تباہی میں نہیں ڈالے گا۔ تو پھر کیوں مومنین کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ شیطان کے راستے پر مت چلو، اس سے بچتے رہو۔ تو ظاہر ہے یہ وارننگ، یہ تنبیہ اس وجہ سے دی گئی ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ شیطان نے کھلے طور پر آدم کو، اس کی اولاد کو چیلنج دے دیا تھا کہ مَیں تمہیں ورغلاتا رہوں گا اور ایسے ایسے طریقوں سے ورغلاؤں گا، اور ایسی ایسی جہتوں سے حملہ کروں گا کہ تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہو کیا گیا ہے۔ اور یہ حملے ایسے پلاننگ سے اور آہستہ آہستہ ہوں گے کہ تم غیر محسوس طریق پر یہ راستہ اختیار کرتے چلے جاؤ گے میرا مسلک اختیار کرتے چلے جاؤ گے۔

ایک دوسری جگہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ تم شیطان کے پیچھے نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔ ”اس آیت میں خُطُوَاتِ کا لفظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ شیطان ہمیشہ قدم بقدم انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ کبھی یکدم کسی انسان کو بڑے گناہ کی تحریک نہیں کرتا بلکہ اسے بدی کی طرف صرف ایک قدم اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور جب وہ ایک قدم اٹھا لیتا ہے تو پھر دوسرا قدم اٹھانے کی تحریک کرتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور قدم بقدم اسے بڑے گناہوں میں ملوث کر دیتا ہے۔ پس فرماتا ہے ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارا صرف چند احکام پر عمل کر کے خوش ہو جانا اور باقی احکام کو نظر انداز کر کے سمجھ لینا کہ تم پکے مسلمان ہو ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ اگر تم اسی طرح احکام الٰہیہ کو نظر انداز کرتے رہے تو رفتہ رفتہ جن احکام پر تمہارا اب عمل ہے ان احکام پر بھی تمہارا عمل جاتا رہے گا۔ پس اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہو۔ اور شیطانی وساوس سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرو۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۵۷)

پھر آپ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ”اے مومنو! تم شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ اس لئے کہ جو شخص شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے گا وہ بدی اور بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا۔ کیونکہ شیطان فحشاء اور منکر کا حکم دیتا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر برائی جو دنیا میں پھیلتی ہے اس کی ابتداء بھیانک نہیں ہوتی۔ شیطان کا یہ طریق نہیں کہ کوئی خطرناک بات کرنے کے لئے ابتداء میں ہی انسان کو تحریک کرے۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں حیاء و شرم کا مادہ رکھا گیا ہے اس لئے جس کام کو انسان صریح طور پر برا سمجھے اس کو فوری طور پر کرنے کے لئے وہ تیار نہیں ہوتا۔ مثلاً شیطان اگر کسی کو سیدھا ہلاکت کی طرف لے جانا چاہے تو وہ نہیں جائے گا، ہاں چکر دے کر لے جائے تو چلا جائے گا۔ پس شیطان پہلے ہی کسی بڑی بدی کی تحریک نہیں کرتا بلکہ پہلے چھوٹی برائی کی جو بظاہر برائی نہ معلوم ہوتی ہو تحریک کرتا ہے۔ پھر اس سے آگے چلاتا ہے، پھر اس سے آگے، حتی کہ خطرناک برائی تک لے جاتا ہے۔ گویا شیطان پہلے ہی گڑھے کے سرے پر لے جا کر انسان کو نہیں کہتا کہ اس میں کود پڑو بلکہ پہلے گھر سے دور لے جاتا ہے۔ (اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں) جس طرح ڈاکو گھر کے پاس حملہ نہیں کرتے یا جو لوگ بچوں کو قتل کرتے ہیں وہ گھر کے پاس نہیں کرتے بلکہ ان کو دھوکہ اور فریب سے دور لے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں آؤ تمہیں مٹھائی کھلائیں اور جب شہر یا گاؤں سے باہر لے جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اب کوئی دیکھنے والا نہیں تو گلا گھونٹ کر مار دیتے ہیں۔ (یہاں بھی ایسے کئی واقعات ہوتے ہیں آپ پڑھتے ہیں اخباروں میں) یہی طریق شیطان کا ہوتا ہے۔ وہ پہلے انسان کو اس قلعہ سے نکالتا ہے جہاں خدا نے انسان کو محفوظ کیا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی فطرت صحیحہ کے قلعہ سے۔ انسان اُس باہر چلا جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ کوئی حرج نہیں مگر ہوتے ہوتے وہ اتنا دور چلا جاتا ہے کہ پھر اس کا واپس لوٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ جھوٹے الزامات کے ذکر کے ساتھ یہ نصیحت فرما کہ اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم یہ نہ کہنا کہ یہ معمولی

بات ہے کیا ہوا اگر کسی پر ہم نے زنا کا الزام لگا دیا۔ یا یہ کہ ہم نے تو نہیں لگایا کسی نے ہمیں بات سنائی اور ہم نے آگے سنا دی۔ شیطان کا یہی طریق ہے۔ وہ پہلے اپنے پیچھے چلاتا اور آہستہ آہستہ روحانیت اور شریعت کے قلعہ سے دور لے جاتا ہے اور جب انسان دور چلا جاتا ہے تو اس کو مار ڈالتا ہے۔ پس شیطان پہلے تو یہی کرے گا کہ تحریک کرے گا کہ دوسرے کی کہی ہوئی بات بیان کر دو، تمہارا اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن جب تم ایسا کر لوگے تو پھر خود تمہارے منہ سے ایسی باتیں نکلوائے گا جب یہ بھی کر لوگے تو پھر اس فعل کا تم سے ارتکاب کروالے گا۔ پس تم پہلے ہی اس کے پیچھے نہ چلو اور پہلے ہی قدم پر اس کی بات کو ردّ کر دو تا کہ تم تباہی سے بچو، محفوظ رہو۔ اور اس ردّ کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کی، اس کے فضل کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں نمازوں کے ذریعہ سے، استغفار کے ذریعہ سے اس کی مدد مانگتے رہنا چاہئے۔ پانچ وقت نمازوں کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی راستہ سکھایا ہے کہ شیطان سے بچنے کے لئے پانچ وقت میرے حضور حاضر ہو اور میرا فضل مانگو تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رہو گے، بہت ساری برائیاں تمہارے اندر نہیں جائیں گی۔ کیونکہ شیطان تو جسم کے اندر ہر وقت موجود ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورتوں کے ہاں نہ جاؤ جن کے خاوند غائب ہوں کیونکہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی مانند دوڑتا ہے۔

(سنن دارمی کتاب الرقاق باب الشیطانیجری مجری الدم)

اب اس حدیث کی روشنی میں صرف اتنا ہی نہیں کہ ایسے گھروں میں نہ جاؤ جس گھر میں مرد نہ ہوں بلکہ ایک رہنما اصول بتا دیا ہے کہ نامحرم کبھی آپس میں اس طرح آزادانہ اکٹھا نہ ہوں جس سے شیطان کو حملہ کرنے کا موقعہ مل جائے۔ بعض اور جگہ بھی اس بارہ میں احادیث ہیں جن میں سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ اس طرح مرد عورت اکٹھے نہ ہوں۔ اب آج کل کے زمانہ میں دیکھ لیں، کالجوں یونیورسٹیوں میں ابتدا میں دوستی ہوتی ہے لڑکے لڑکی کی اور کہا یہ جاتا ہے کہ بس صرف دوستی ہے، سٹوڈنٹ ہیں، اور اس کو غلط رنگ نہ دیا جائے۔ اور جو اس طرح دوستی کرنے سے منع کرے اسے سخت برا بھلا کہا جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ یہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں پچھتاوے کے سوا کچھ اور نہیں رہتا۔ تو یہ اسلامی احکامات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اور یہی ہے جو شیطان آہستہ آہستہ اپنا کام دکھاتا ہے۔ پھر آج کل جو معاشرے میں کئی ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ دوستوں کا گھروں میں آنا جانا شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے تو دوستوں کی موجودگی میں، پھر تعلقات بڑھ جاتے ہیں تو ان کی غیر موجودگی میں آنا جانا اور بے تکلفیاں ہوتی ہیں اور پھر یہ بڑھتی چلی جاتی ہیں اور اس کا پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے بہت سارے ایسے معاملات ہوتے ہیں جس میں پھر دونوں طرف سے گھر اجڑ جاتے ہیں۔ تو یہ سب اسلامی تعلیم پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

انٹرنیٹ کی مثال میں کئی دفعہ دے چکا ہوں۔ کئی گھر اس کی وجہ سے برباد ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حدود سے جب تجاوز کریں گے، احکامات پر عمل نہیں کریں گے تو لازماً شیطان حملہ کرے گا۔

پھر بے شمار برائیاں ہیں جو شیطان بہت خوبصورت کر کے دکھا رہا ہوتا ہے اور جن سے اللہ کے فضل کے بغیر بچنا ممکن نہیں۔ مثلاً ایک اچھا بھلا شخص جو بظاہر اچھا بھلا لگتا ہے، کبھی کبھار مسجد میں بھی آ جاتا ہے، جمعوں میں بھی آتا ہوگا، چندے بھی کچھ نہ کچھ دیتا ہے لیکن اگر کاروبار میں منافع کمانے کے لئے دھوکہ دیتا ہے تو وہ شیطان کے قدموں کے پیچھے چل رہا ہے۔ اور شیطان اس کو مختلف حیلوں بہانوں سے لالچ دے رہا ہے کہ آج کل یہی کاروبار کا طریق ہے۔ اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو نقصان اٹھاؤ گے اور وہ اس کہنے میں آ کر، ان خیالات میں پڑ کر، اس لالچ میں دھنستا چلا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جو تھوڑی بہت نیکیاں بجا لا رہا ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتی ہیں اور مکمل طور پر دنیاداری اسے گھیر لیتی ہے اور ایسے لوگ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ شاید اب یہی ہے ہماری زندگی، شاید اب موت بھی نہیں آنی اور ہمیشہ اسی طرح ہم نے رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر نہیں ہونا۔ تو ایسے طریقے سے شیطان ایسے لوگوں کو اپنے قبضہ میں لیتا ہے کہ بالکل عقل ہی ماری جاتی ہے۔ پھر جب ایک برائی آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اٹھ جاتا ہے تو اس طرح پھر ایک کے بعد دوسری برائی آتی چلی جاتی ہے اور ایسے لوگ پھر دوسروں کے حقوق مارنے والے بھی ہوتے ہیں، دوسروں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ بہن بھائیوں کی جائیدادوں کو کھا جانے والے بھی ہوتے ہیں، رحمی رشتوں کو بھلا دینے والے بھی ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر قسم کی نیکی، ہر قسم کی برکت ان پر سے، ان کے گھروں سے اٹھ جاتی ہے اور یہ آپ بھی پھر آہستہ آہستہ بے راہروی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی اولادیں بھی بے راہروی کا شکار ہو جاتی ہیں اور انجام کار یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے لوگ پھر جماعت میں بھی نہیں رہتے۔ تو شیطان کے ایسے پیروکاروں سے اللہ تعالیٰ خود بھی جماعت کو پاک کر دیتا ہے۔ اگر آپ جائزہ لیں تو خود بھی آپ جائزہ لے کر یہی دیکھیں گے اور یہ بڑا واضح اور صاف نظر آ جائے گا کہ جماعت کو چھوڑنے والے اکثر ایسے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو ایسے ماحول سے بچائے، ایسی سوچوں سے بچائے، ایسے لوگوں سے بھی بچائے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف دنیا کی لذات ہیں اور جو شیطان کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان شیطانی راستوں سے بچنے کا طریق صرف ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، اس کے آگے جھکو، اس کے سامنے روؤ، فریاد کرو، گڑگڑاؤ کہ اے اللہ شیطان ہر طرف سے ہم پر حملے کر رہا ہے اب تُو ہی ہے جو ہمیں اس گند سے بچا سکتا ہے، اور شیطان کے حملوں سے بچا سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

’’﴿لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ۔﴾ فرما کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اے مومنو! شیطانی طریق اور شیطانی مذہب اور شیطانی اثر کو اختیار نہ کرو اور اس امر کو یاد رکھو کہ جو شخص شیطانی طریق اور مسلک کو قبول کرتا ہے وہ لازماً بدی اور ناپسندیدہ باتوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان ہمیشہ بدی اور ناپسندیدہ باتوں کی ہی تحریک کیا کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ کامل پاکیزگی بغیر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس اس کا طریق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو اور اپنے حالات کو زیادہ سے زیادہ پاکیزہ لوگوں کی طرح بناؤ تا کہ وہ یہ دیکھ کر کہ تم پاکیزہ بننے کی کوشش کر رہے ہو تمہیں پاکیزہ بنا دے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ:

’’شیطان ہمیشہ انسان کے پیچھے پڑا رہتا ہے حتی کہ جب انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے تب بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور کئی لوگ اس کے دھوکے میں آ کر ایمان لانے کے بعد بھی اس کی باتوں کو ماننے لگ جاتے ہیں اور مرتد اور فاسق ہو جاتے ہیں اور یہ خطرہ اس قدر عظیم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو کوئی شخص بھی اس خطرہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ مگر اس فضل کو جذب کرنے کا طریق یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفت سَمِيْعٌ سے فائدہ اٹھائے اور اس کے دروازے کو کھٹکھٹائے۔ اگر وہ اس کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا اور اس سے دعائیں کرنا اپنا معمول بنا لے گا تو اللہ تعالیٰ جو علیم ہے اور اپنے بندوں کے حالات اور ان کی کمزوریوں کو خوب جانتا ہے اس کے دل میں ایسی ایمانی قوت پیدا کر دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جائے گا اور اسے طہارت اور پاکیزگی میسر آ جائے گی‘‘۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۲۸۱)

جب دعائیں کر رہے ہوں شیطان سے بچنے کے لئے جو کہ روز ہر احمدی کو ضرور کرنی چاہئیں تو آنحضرت ﷺ کی اس دعا کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں کچھ دعائیہ کلمات سکھائے اور دعائیہ کلمات سکھانے میں آپؐ کا انداز وہ نہ ہوتا تھا جو تشہد سکھاتے وقت ہوتا تھا۔ وہ کلمات یہ ہیں کہ:۔

’’اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ اور ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا۔ اور ہمیں ظاہری اور باطنی فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہمارے دلوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے۔ اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ ہم پر وہ نعمتیں مکمل فرما‘‘۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشہد)

اب اللہ تعالیٰ کا فضل مانگنے کے لئے یہ کتنی خوبصورت دعا ہے کہ شیطان کے حیلوں، اس کی طرف سے پیدا کئے ہوئے وسوسوں، اس کی شرارتوں سے بچنے کے لئے اللہ کا فضل اور اس کی پناہ ضروری ہے۔ تو سب سے بڑھ کر انسان کا اپنا نفس ہے جو ایسی باتوں کا شکار ہوتا ہے۔ کہ گو وہ اس حد تک تو نہیں پہنچتا جیسے کہ مَیں نے پہلے مثال دی ہے کہ بگڑتے بگڑتے اتنی دور چلے جاتے ہیں کہ نیکوں کی جماعت میں رہ ہی نہیں سکتے۔ لیکن بعض چھوٹی چھوٹی بیماریاں جو ہیں ان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ مثلاً کوئی جماعتی عہدیدار ہے، کارکن ہے یا کوئی شخص دنیاوی انتظامیہ میں ہے کہ عام روزمرہ کے تعلق

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

والا بنا اور سب سے بڑی نعمت جو تو نے ہمیں دی ہے وہ ایمان کی نعمت ہے، ہمیشہ ہمیں اس پر قائم رکھ، کبھی ہم اس سے دور جانے والے نہ ہوں۔ اور دعا پڑھتے رہیں۔﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔﴾ اگر دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہوگی تو شیطان مختلف طریقوں سے، مختلف راستوں سے آکر ورغلاتا رہے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے بغیر نہیں بچا جا سکتا، جیسے کہ مَیں پہلے بیان کرتا آ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہی بات کرتا ہے جو ہمیشگی اس سے دعائیں مانگے اور جس پر اس کی رحمت ہو۔ اور یہ رحمت اس وقت اور بھی بہت بڑھ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں کہ ایک بزرگ تھے جن کے پاس ان کا شاگرد کافی عرصہ رہا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ جب وہ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے گھر جانے لگا تو اس بزرگ نے اس سے دریافت کیا کہ میاں تم اپنے گھر جا رہے ہو کیا تمہارے ملک میں شیطان ہے؟ وہ یہ سوال سن کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے کہا شیطان بھلا کہاں نہیں ہوتا۔ ہر ملک میں شیطان ہوتا ہے اور جہاں میں جا رہا ہوں وہاں بھی شیطان موجود ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ اگر وہاں شیطان ہے تو پھر جو کچھ تم نے میرے پاس رہ کر علم حاصل کیا ہے جب اس پر عمل کرنے لگو گے تو لازماً شیطان تمہارے رستہ میں روک بن کر حائل ہوگا۔ ایسی حالت میں تم کیا کرو گے؟ وہ کہنے لگا مَیں شیطان کا مقابلہ کروں گا، اس سے لڑوں گا۔ وہ بزرگ کہنے لگے بہت اچھا تم نے شیطان کا مقابلہ کیا اور وہ تمہارے دفاع کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا۔ لیکن جب پھر تم عمل شروع کرو گے وہ حملہ کرے گا تو پھر کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا پھر مَیں شیطان کا مقابلہ کروں گا۔ پھر اگر وہ دوڑ جائے گا پھر عمل کرنے لگو گے تو پھر آ جائے گا۔ جب دو تین دفعہ اس نے پوچھا تو شاگرد نے کہا کہ مجھے تو سمجھ نہیں آئی آپ مجھے بتائیں مَیں کس طرح مقابلہ کروں۔ جب مَیں مقابلہ کرنے لگوں گا تو شیطان دوڑ جائے گا۔ جب میں عمل کرنے لگوں گا تو شیطان پھر آ جائے گا۔ تو بزرگ نے کہا کہ اگر تم اپنے کسی دوست کے گھر جاؤ اور اس کے دروازے پر ایک کتا بندھا ہوا اور وہ تمہیں کاٹنے کو پڑ جائے تو تم کیا کرو گے۔ اس نے کہا مَیں اس کا مقابلہ کروں گا جو میرے ہاتھ میں سوٹی ہے، چھڑی ہے یا زمین پر کوئی روڑہ پتھر نظر آئے تو اس کو ماروں گا اور اس کو بھگا دوں گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے دوڑ گیا۔ پھر جب تم اس کے دروازے میں داخل ہونے لگو پھر تمہاری ٹانگ پکڑ لے گا تو پھر کیا کرو گے۔ کہا پھر مَیں اسی طرح ماروں گا۔ تو دو تین دفعہ جب انہوں نے پوچھا کہ کیا کرو گے کتے کے ساتھ۔ تو کہنے لگا آخر میں یہی ہوگا کہ اس دوست کو آواز دوں گا کہ تمہارا کتا مجھے آنے نہیں دے رہا تم میری جان چھڑاؤ اس سے۔ تو اس بزرگ نے کہا کہ یہی شیطان کا حال ہے۔ شیطان بھی اللہ میاں کا کتا ہے۔ جب انسان پر بار بار حملہ آور ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہ ہونے دے تو اس کا یہی علاج ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارو اور اسے آواز دو کہ اے اللہ! مَیں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں مگر آپ کا یہ کتا مجھے آنے نہیں دیتا۔ اسے روکئے تاکہ مَیں آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے روک دے گا اور انسان شیطان کے حملے سے محفوظ ہو جائے گا۔ تو فرماتے ہیں کہ غرض طہارت کامل جس کے بعد کوئی ارتداد اور فسق نہیں ہوتا محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ پہلے انسان آپ پاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے، اس کے آگے روئے، گڑگڑائے کہ مجھے شیطان سے بچا تو پھر اللہ تعالیٰ کا فضل بھی شامل حال ہو جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے جسے انسانی دعائیں اپنی طرف کھینچتی رہتی ہیں۔

تو یہ ہے شیطان سے بچنے کا طریقہ کہ شیطان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاؤ اور غیر اللہ سے دل نہ لگاؤ۔

پھر حدیث میں شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے یہ دعا سکھائی ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کیا مَیں تمہیں ایک ایسی دعا نہ بتاؤں جو ہمیں رسول اللہ ﷺ سکھایا کرتے تھے۔ وہ یہ دعا تھی کہ اے اللہ! مَیں عاجز آ جانے، سستی، بخل، بزدلی، انتہائی بڑھاپے اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ اے میرے اللہ میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر۔﴿وَزَكِّهَا وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا﴾ اور اس کو، نفس کو پاک کر اور تو ہی بہترین پاک کرنے والا ہے۔ انسان کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں ہی ہوں جسے چاہتا ہوں پاک کرتا ہوں تو اس کا ولی اور اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ! مَیں ایسے دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو خشوع اختیار نہیں کرتا اور ایسے دل سے جو کبھی سیر نہیں ہوتا اور ایسے علم سے جو نفع نہیں دیتا۔ اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

(سنن نسائی کتاب الاستعاذہ باب الاستعاذہ من العجز)

اب یہ بھی ایک بڑی جامع دعا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو پاک کرتی ہے اور پاک رکھتی ہے، شیطان کے حملوں سے بچاتی ہے۔ کوئی شخص اپنے زور بازو سے کبھی بھی پاک صاف نہیں ہو سکتا۔

اور واسطوں میں ہوتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی خدمت کرنے کا موقع مل جائے، کسی کام پر مقرر کر دیا جائے تو مقرر ہونے کے بعد اپنے سے پہلے عہدیدار یا کارکن کے متعلق نقائص نکالنے شروع کر دے کہ دیکھو یہ کام مَیں نے کیسے اعلیٰ رنگ میں کر لیا ہے جب کہ مجھ سے پہلے عہدیدار یا کارکن سے ہو ہی نہیں سکا۔ یا اس میں اتنی لیاقت ہی نہیں تھی کہ وہ کر سکتا۔ جب کہ صحیح طریق تو یہ ہے کہ اگر کام ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے یہ توفیق دی کہ یہ کام میرے ذریعہ سے ہو گیا ہے۔ اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ! اب اس وجہ سے میرے دل میں کوئی بڑائی نہ آنے دینا اور میری اصلاح کر دینا۔ تو اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو روزمرہ ہوتے رہتے ہیں۔ تو انسان کو ہمیشہ یہ مدنظر رکھنا چاہئے ورنہ شیطان کے راستے پر چل کر کم از کم جو اچھا کام بھی ہوا ہو، ان کاموں کو مکمل کرنے کے بعد یونہی اپنی نیکی کا اظہار کرنے کے بعد کہ دیکھو مَیں نے یہ کر دیا، وہ کر دیا، اپنی نیکی کو برباد کرنے والی بات ہے۔ جب اس نہج پر اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے تو یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ انسان کی بچت اسی میں ہے کہ سلامتی کے راستے تلاش کرے ورنہ پھر جیسا کہ فرمایا کہ تم روشنی سے اندھیروں کی طرف جاؤ گے اور یہ شیطان کا راستہ ہے روشنی سے اندھیروں کی طرف جانا۔ اس لئے ہمیشہ شیطان سے پناہ مانگتے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اور یہ دعا کرو کہ اے اللہ! ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا اور ہر قسم کی فواحش سے ہمیں بچا۔ چاہے وہ ظاہری ہوں، چاہے باطنی ہوں۔ اور ظاہری سے تو پھر بعض خوف ایسے ہوتے ہیں جو روکنے میں کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن چھپی ہوئی فواحش جو ہیں یہ ایسی ہیں جو بعض دفعہ انسان کو متاثر کرتے ہوئے بہت دور لے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ غلط نظارے ہیں، غلط فلمیں ہیں، بالکل عریاں فلمیں ہیں، اس قسم کی دوسری چیزوں کو دیکھ کر آنکھوں کے زنا میں مبتلا ہو رہا ہوتا ہے انسان۔ پھر خیالات کا زنا ہے، غلط قسم کی کتابیں پڑھنا، یا سوچیں لے کر آنا۔ بعض ماحول ایسے ہیں کہ ان میں بیٹھ کر انسان اس قسم کی فحشاء میں دھنس رہا ہوتا ہے۔ پھر کانوں سے بے حیائی کی باتیں سننا۔ تو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے اللہ ہمارا ہر عضو جو ہے اسے اپنے فضل سے پاک کر دے۔ اور ہمیشہ اسے پاک رکھ اور شیطان کے راستے پر چلنے والے نہ ہوں۔ اور ہم سب کو شیطان کے راستے پر چلنے سے بچا۔

پھر بعض گھروں میں بیویوں کی وجہ سے یا خاوندوں کی وجہ سے بعض مسائل کھڑے ہوتے ہیں۔ آپس کے گھریلو تعلقات، عائلی تعلقات ٹھیک نہیں ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر کھٹ پٹ شروع ہو جاتی ہے۔ یا میاں بیوی کے دوستوں اور سہیلیوں کی وجہ سے بعض مسائل پیدا ہو رہے ہوتے ہیں۔ تو ان دوستوں کے اپنے کردار ایسے ہوتے ہیں کہ آپس میں میاں بیوی کے تعلقات غیر محسوس طریقے سے وہ بگاڑ رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ شیطان ہے جو غیر محسوس طریقوں پر ایسے گھروں کو اپنے راستوں پر چلانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر اولاد ہے، نیک اولاد ایک نعمت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا فضل مانگنا چاہئے۔ اولاد ذرا بگڑ جائے تو ماں باپ کو بڑی فکر پیدا ہو جاتی ہے، حال خراب ہوتا جاتا ہے۔ پھر لڑکیاں بعض ایسی جگہ شادی کرنا چاہتی ہیں جہاں ماں باپ نہیں چاہتے، بعض وجوہ کی بنا پر، مثلاً لڑکا احمدی نہیں ہے، یا دین سے تعلق نہیں ہے۔ مگر لڑکی بضد ہے کہ مَیں نے یہیں شادی کرنی ہے۔ پھر لڑکے ہیں، بعض ایسی حرکات کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو سارے خاندان کی بدنامی کا باعث ہو رہا ہوتا ہے۔ تو اس لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے اللہ ہماری اولادوں کی طرف سے ہمیں کسی قسم کے ابتلا کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ ان میں ہمارے لئے برکت رکھ دے۔ اور یہ دعا بچے کی پیدائش کی پیدائش سے بلکہ جب سے پیدائش کی امید ہو تب سے شروع کر دینی چاہئے۔ یہ جو اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے کہ ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ تو اولاد کے قرۃ العین ہونے کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے۔ تو جب ہر وقت انسان یہ دعا کرتے رہے کہ اے اللہ! تو ہم پر رحمت کی نظر کر، اور ہم پر رحمت کی نظر ہمیشہ ہی رکھنا، کبھی شیطان کو ہم پر غالب نہ ہونے دینا، ہماری غلطیوں کو معاف کر دینا۔ اور ہم تجھ سے تیری بخشش کے بھی طالب ہیں، ہمارے گناہ بخش۔ اور ہمارے گناہ بخشنے کے بعد ہم پر ایسی نظر کر کہ ہم پھر کبھی شیطان کے چنگل میں نہ پھنسیں۔ اور جب اتنے فضل تُو ہم پر کر دے تو ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا بنا، ان کو یاد رکھنے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جسے چاہتی ہے پاک کرتی ہے اور پاک کرنے کے لئے بھی ایک مُزَکِّی کی ضرورت ہے۔ جو پاک کرنے والا ہو۔ اور جماعت سے علیحدہ ہو کر کوئی جتنا مرضی دعویٰ کرے کہ ہم بہت پاکیزہ ہو گئے ہیں اور شکر ہے ہم آزاد ہو گئے جماعت سے، یہ سب ان کے دعوے ہیں اور جا کر دیکھنے سے پاکیزگی ان کے گھر میں کبھی نظر نہیں آئے گی۔ تو مُزَکِّی بھی اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہوتے ہیں، انبیاء ہوتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ تعلق جوڑنے والے بھی پاک ہو سکتے ہیں۔ جو ان سے تعلق نہ جوڑے وہ کبھی بھی پاک نہیں کہلا سکتے۔ تو اس آیت میں جو مَیں نے تلاوت کی اس میں یہ جو فرمایا ہے کہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اندھا دھند جس کو چاہے پاک کردے گا اور جس کو نہیں چاہے گا نہیں پاک کرے گا۔ پھر تو نیکیاں کرنے کا، اس کا فضل مانگنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں رہتا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو خدا کا پسندیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنے والا ہو جاتا ہے اسے خدا اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ اور اسے پاک کر دیتا ہے۔ تو اس زمانہ میں محبوب وہی ہیں جو اس کے محبوب کے محبوب ہیں۔ جو اس کے محبوب سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ تو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھنے والے ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے پاکیزگی کا تعلق رہنا چاہئے اور شیطان سے بچنے کے لئے، پاک ہونے کے لئے ہر وقت سمیع و علیم خدا سے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ﴾ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معصوم اور محفوظ ہونا تمہارا کام نہیں ہے خدا کا ہے۔ ہر ایک نور اور طاقت آسمان سے ہی آتی ہے۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۴۴ مورخہ ۱۹/جون ۱۹۰۳ء)

تزکیۂ نفس ایک ایسی شئی ہے کہ خود بخود نہیں ہو سکتا اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ ہم اپنے نفس یا عقل کے ذریعہ سے خود بخود مُزَکِّی بن جاویں گے۔ یہ بات غلط ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۳۶ مورخہ ۲۵/ستمبر ۱۹۰۳ء)

پھر فرماتے ہیں کہ:

''عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفے کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو، نماز پڑھو کہ وہ تمام طاقتوں کی کنجی ہے اور جب تُو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا کہ رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسے ہی باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب تم دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو۔ اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔ سچائی اختیار کرو، سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اُس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے؟ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں۔ نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسدانہ افعال کو اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بے باکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت تک پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ۔ بغیر چون و چراہ کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔

پھر آپ نے فرمایا:

''تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔...... خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔............ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے''۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۔۱۳)

پھر آپ نے فرمایا: ''خدا تعالیٰ کی تجلیات اور رحمتوں کے ظہور کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے اس پر ہمیشہ کمر بستہ رہو اور کبھی مت تھکو۔ غرض اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانے کے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ اس میں جس قدر توکل اور یقین اللہ تعالیٰ پر کرے گا اور اس راہ میں نہ بہکنے والا قدم رکھے گا۔ اسی قدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملیں گے۔ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی اور دعا کرنے والا تقویٰ کے اعلیٰ محل پر پہنچ جاوے گا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہو سکتا۔ نفسانی جذبات پر محض خدا تعالیٰ کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے۔ اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۶۵۸)

پھر آپؑ نے فرمایا:

تقویٰ کے دو درجے ہیں۔ بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا۔ دوسرا مرتبہ محسنین کا ہے۔ اس درجے کے حصول کے بغیر اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہو سکتا اور یہ مقام اور درجہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل بھی نہیں ہو سکتا۔ جب انسان بدی سے پرہیز کرتا ہے اور نیکیوں کے لئے اس کا دل تڑپتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی دستگیری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دارالامان میں پہنچا دیتا ہے (یعنی امن کی جگہ پہنچا دیتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھے، اپنی رضا کی راہوں پر چلائے، ہمیں اپنے عبادت گزار بندوں میں سے بنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنے احکامات کی روشنی میں اپنے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ہمیشہ اپنے دارالامان میں رکھے۔

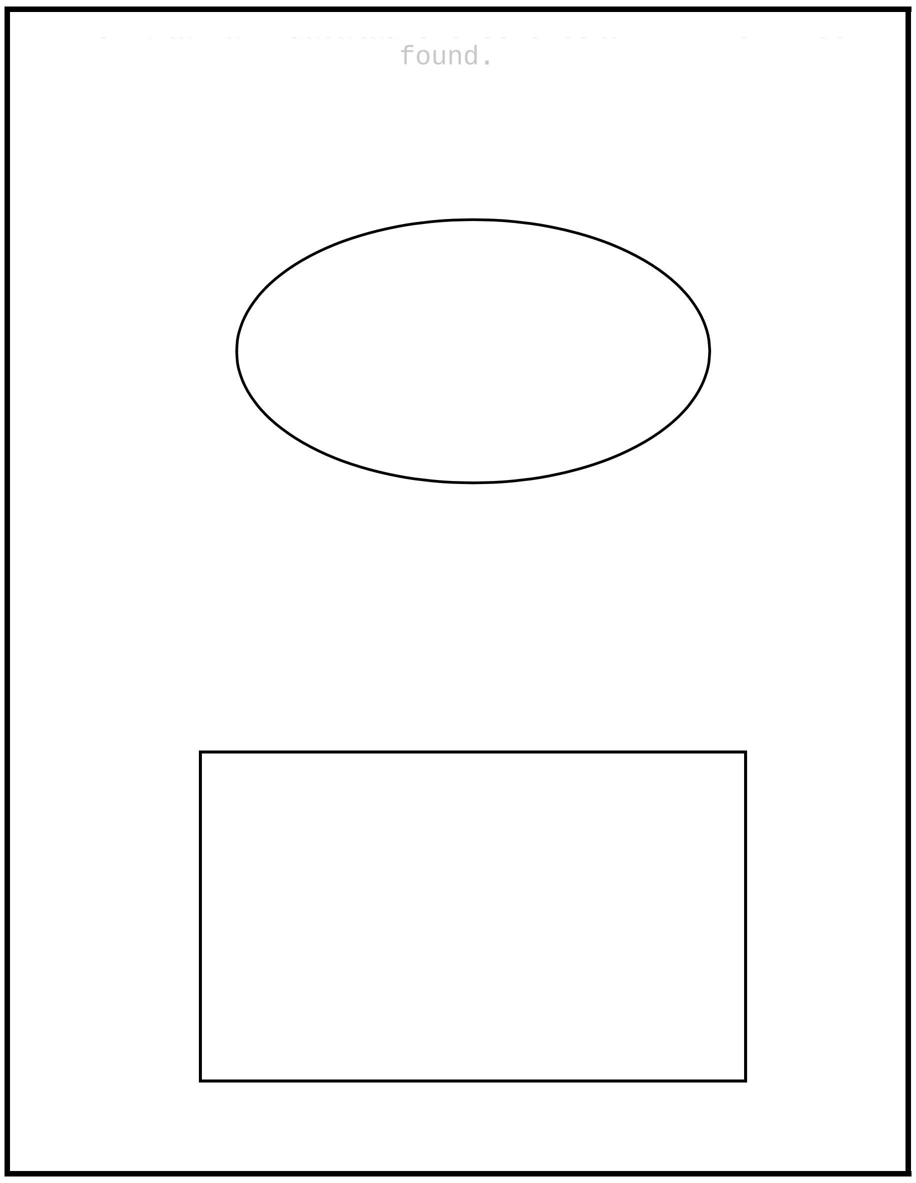

حضرت بابا شیر محمد صاحب بنگوی رضی اللہ عنہ۔ یکّہ بان

(غلام مصباح بلوچ۔ ربوہ)

ضلع جالندھر کے گاؤں بنگہ نے کئی مخلصین اور فدائی صحابہ پیدا کیے ہیں یہاں کی جماعت ابتدائی سالوں میں گویا ضلع جالندھر کا مرکز رہی ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے 1909ء میں ضلع جالندھر کے دورہ کے بعد خلاصہ رپورٹ دورہ میں لکھا:

''اس دورہ میں قابل نوٹ مفصلہ ذیل باتیں دیکھی گئیں......۔

نمبر ۱۰۔ جماعت بنگہ کا خشوع۔

(البدر یکم جولائی 1909ء صفحہ ۹ کالم1)

جماعت احمدیہ بنگہ ضلع جالندھر دنیوی سرمائے کے لحاظ سے مفلس اور کم مایہ تھی لیکن اس کے افراد ایمان واخلاص اور نور وروحانیت کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان بزرگ وجودوں میں ایک نام حضرت بابا شیر محمد صاحب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جنہیں حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ نے ''گدڑی میں لعل'' کے خطاب سے یاد فرمایا۔

حضرت بابا شیر محمد صاحب رضی اللہ عنہ کھوجہ قوم کے ایک فرد تھے اور پیشے کے لحاظ سے ایک غریب یکہ بان تھے۔ آپ کے ایک بھائی حضرت میاں چانن صاحب بھی ایک مخلص احمدی تھے اور وہ بھی یکہ بانی کرتے تھے۔ آپ نے آخری عمر تک اسی پیشہ کو ذریعہ معاش رکھا۔

قبول احمدیت

آپ تک احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی رضی اللہ عنہ یکے از 313 اصحاب (وفات 9 جون 1921ء) کے ذریعہ پہنچا اور پیغام سنتے ہی بغیر کسی تحقیق کے احمدیت کو گلے لگالیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ آپ کے قبول احمدیت کی داستان لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صوفی شیر محمد صاحب سلسلہ احمدیہ میں حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم گڑیانوی کے ذریعہ داخل ہوئے۔ جب ۱۸۹۸ء میں ضلع جالندھر وہوشیارپور میں طاعون پھیلا تو حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم پلیگ ڈیوٹی پر مامور ہو کر دوآبہ میں گئے اور اسی سلسلہ میں صوفی شیر محمد صاحب کے یکّہ پر سوار ہونے کا انہیں موقعہ ملا۔ ان ایام میں احمدی جماعت کے افراد خدا کے فضل وکرم سے تبلیغ کا ایک خاص جوش رکھتے تھے۔ ان کے اندر ایک نہ بجھنے والی آگ تھی جو ہر مشکل اور مصیبت کو بھسم کر جاتی تھی بلکہ مشکلات اور مصائب ان کے تبلیغی جوش کو بڑھا دیتی تھیں اور وہ پہلے سے زیادہ قوت اور وارفتگی کے ساتھ پیغام حق پہنچانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے شیر محمد یکہ بان کو تبلیغ کی اور خدا کے فضل ورحمت کے نشان کو دیکھو کہ وہ شخص جو امّی ہے، جس کی زندگی ایک ایسے طبقہ میں گزری ہے جو اپنے عادات اور حالات زندگی کے لحاظ سے عام طور پر بدنام اور رسوائے عالم سمجھا جاتا ہے ان باریک اسرار کو سمجھ لیتا ہے جن کو بڑے بڑے عالم، صوفی اور سجادہ نشین نہیں سمجھتے تھے۔ اس تبلیغ میں کچھ ایسا اثر اور قوت تھی کہ اس نے مسّ خام کو کندن بنا دیا۔ میاں شیر محمد صاحب نے حق سمجھ لیا اور سمجھ کر قبول کر لیا۔ یہی وہ گھڑی تھی جس نے شیر محمد یکّہ بان کو ابدال بنا دیا۔ اس کے بعد کوئی لمحہ اس کی زندگی میں نہیں آیا کہ اسے شکوک وشبہات سے دوچار ہونا پڑا ہو۔ میں نے دیکھا کہ بعض موقعوں پر بڑے بڑے آدمیوں کو ٹھوکر لگی مگر شیر محمد اپنے ایمان واخلاص میں ترقی کرتا چلا گیا یہاں تک کہ آخر وہ خدا سے جاملا......''۔ (الفضل 6 دسمبر 1929ء صفحہ 11 کالم 2,3)

جوش تبلیغ

آپ حق کو پالینے کے بعد پھر اس حق کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے، تبلیغ احمدیت کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے، یکہ پر سواریوں کو بٹھا کر ان کی منزل تک پہنچانے کے علاوہ زندگی کی روحانی منزل تک پہنچانا بھی اپنا فرض سمجھ رکھا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ 1933ء کے موقع پر مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''شیر محمد ایک یکہ بان اَن پڑھ جاہل تھا مگر تبلیغ کرنے کا اسے سلیقہ آتا تھا۔ جب یکہ چلانے بیٹھتا تو ایک کتاب حضرت صاحب کی ہاتھ میں لے لیتا اور کسی پاس بیٹھے ہوئے کو کہتا کہ مجھے سناؤ اس طرح سے وہ تبلیغ کرتا تھا۔ غرض جاہل، ان پڑھ اگر مطلب کی مفید باتیں جانتا ہے تو وہ عالم ہے جاہل نہیں ہے۔''

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 311)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ آپ کی تبلیغی کوششوں اور سرگرمیوں کے متعلق فرماتے ہیں:

''......میاں شیر محمد کی حالت میں یہ تبدیلی ہوئی کہ وہ یکہ بان مبلغ ہو گیا۔ جب وہ اپنی سواریوں کو لے کر چلتا تو اس کا کام یہ ہوتا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوشخبری سناتا اور خدا تعالیٰ نے اس پر تبلیغ کے ایسے اسرار کھول دیے کہ وہ اپنے مطلب کو نہایت سریع الفہم طریق پر مدلل کر کے پیش کرتا......اپنے ہر سفر کے آغاز سے انجام تک وہ مصروف تبلیغ رہتے...... باوجودیکہ انہیں دنیا کی وجاہت سے حصہ نہ ملا تھا لیکن تبلیغ واتمام حجت میں خدا تعالیٰ نے ایک مضبوط دل اُن کو دیا تھا وہ ہر بڑے سے بڑے آدمی کو پیغام حق پہنچا دینے میں دلیر تھے......''

(الفضل ۶/ دسمبر ۱۹۲۹ء)

خاندان مسیح موعودؑ سے فدایانہ محبت

احمدیت کے بانی سے ایک احمدی کی محبت تو معمول کی بات ہے لیکن بعض دلوں میں خدائے رحیم نے ایک عجب فدایانہ رنگ بھرا ہوا ہے خصوصًا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ایک خاص کیفیت عشق میں مخمور تھے۔ حضورؑ کی وفات کے بعد تو گویا وہ اپنی زندگی بھی کھو بیٹھے تھے۔ حضرت بابا شیر محمد صاحبؓ بھی اسی کیفیتِ عشق ومحبت سے بھرپور دل رکھتے تھے حضورؑ کی وفات کے بعد حضور کے خاندان کی خدمت بجالانا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ دسمبر 1908ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے ساتھ کاٹھگڑھ ضلع جالندھر کے تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے کاٹھ گڑھ سے پہلے حضور دو راتیں بنگہ میں مقیم رہے۔ حضرت ملک نیاز محمد صاحبؓ آف ضلع منٹگمری (والد مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد) بیان کرتے ہیں:

''راہوں ضلع جالندھر میں ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بنگہ میں بھی قیام فرمائیں گے میں بنگہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کاٹھ گڑھ جانے کے لیے بالکل تیار ہیں چنانچہ احباب جماعت بنگہ کی معیت میں آپ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب یکوں کے اڈہ پر تشریف لے گئے۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ وہاں حضرت بابا شیر محمد صاحب مرحوم (یکہ بان) ایک نیا یکہ لے کر کھڑے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اور میر صاحب جب دوستوں سے مصافحہ کر کے ٹانگہ پر سوار ہونے لگے تو بابا جی نے عرض کی کہ میرا ایک خواب ہے حضور اسے پورا فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں اور میں نے حضور کو اپنے ٹانگہ میں سوار ہونے کے لیے عرض کی لیکن اس یکہ کا پائیدان نہیں تھا۔ میں نے عرض کی کہ حضور میری پیٹھ پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں چنانچہ حضور نے میری عرض قبول فرمائی اور اسی طریق سے یکہ پر سوار ہو گئے۔ اس خواب کے ماتحت میں نے یہ ٹانگہ بنوایا ہے اور دانستہ اس میں پائیدان نہیں لگوایا۔ اب میں جھکتا ہوں اور حضور میری پیٹھ پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں تاکہ میرا خواب پورا ہو جائے۔ محض بابا شیر محمد صاحب کی اس رؤیا کی بنا پر آپ نے ان کی پشت پر قدم رکھا اور سوار ہو گئے اور میں بھی شریک سفر ہو گیا۔ باقی سب دوست واپس ہو گئے اس یکہ میں ہم تین سواریاں اور چوتھے بابا شیر محمد صاحب یکہ چلانے والے تھے......''۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 73,74 نیوایڈیشن)

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت سے محبت واخلاص وہ اپنے ایمان کا ضروری جزو یقین کرتے تھے۔

قادیان سے محبت

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اس کے وطن سے بھی محبت تھی اور جب بھی انہیں موقع ملتا اور بعض اوقات وہ خود موقع نکال کر آتے رہتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ جب مجھے کوئی تکلیف ہوتی ہے یا طبیعت میں توحّش اور پریشانی ہوتی ہے تو میں قادیان آجاتا ہوں یہاں آکر سب کچھ دور ہو جاتا ہے اور طبیعت میں سکون اور تسلی ہو جاتی ہے۔ قادیان سے آنے والے مرکزی نمائندوں سے بہت عزت واخلاص سے پیش آتے اور اپنی یکہ بانی کی خدمات پیش کرتے اور مہمان بھی آپ کی رفاقت سے حظّ اٹھاتے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سلسلے کے کام کی غرض سے کئے گئے اپنے سفر بنگہ کی روئداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہاں کے میاں شیر محمد صاحب گاڑی بان کا میں بالخصوص مشکور ہوں کہ وہ مجھے اپنی گاڑی پر سوار کرا کر نواں شہر راہوں پھر واپس بنگہ اور حاجی پور لے گئے، دین حق کے واسطے ان کو بڑا جوش ہے ٹمٹم پر بیٹھے ہوئے سارے راستے سواریوں کو تبلیغ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے کام کاج میں برکت دے۔'' (البدر 17 جون 1909ء صفحہ 4 کالم 3)

سیرت واخلاق

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ اپنے ایک مضمون میں آپ کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''......آج میں جس بزرگ کے حالات زندگی پر ایک سرسری نظر کر کے ان کی آخری یاد احباب کے دلوں میں تازہ کرنا چاہتا ہوں وہ صوفی بابا شیر محمد بنگوی ہیں۔ بہت تھوڑے لوگ ہوں گے جو صوفی شیر محمد صاحب کو جانتے ہوں گے وہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں اور اپنی غربت وعسرت میں کبھی صاحب امتیاز نہیں تھے۔ لیکن اپنے دل کی صفائی، اپنی عقیدت واخلاص کی وجہ سے نوری حلّوں میں ملبوس تھے دنیادار کی آنکھ اسے نہیں دیکھتی تھی لیکن متقی مومن کی فراست اسے دیکھتے ہی پہچان لیتی تھی اور وہ گدڑی میں ایک لعل تھے۔

صوفی شیر محمد صاحب ایک عام یکہ بان تھے اور بنگہ ضلع جالندھر میں رہا کرتے تھے۔ مَیں بلا خوف وتردید یہ کہنے کی وجوہات رکھتا ہوں کہ وہ ضلع جالندھر میں احمدیت کا بنیادی پتھر تھے۔ صوفی شیر محمد صاحب کھوجہ قوم کے ایک فرد تھے اور طبعی طور پر نہایت ذہین اور زیرک تھے ان کی ابتدائی زندگی کے حالات گوشہ گمنامی میں ہیں بجز اس کے کہ انہوں نے اپنی کاروباری زندگی کا نصب العین یکہ بانی تجویز کیا اور آخر عمر تک اسی پیشہ کو ذریعہ معاش رکھا۔ یکّہ بانوں کی زندگی جس قسم کی ہوتی ہے اور جن حالات میں سے وہ گزرتے ہیں مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن میں صوفی شیر محمد صاحب کے متعلق جس چیز

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

یادیں اور چشمِ پرنم

(ڈاکٹر میاں محمد طاہر ۔ پورٹ لینڈ ۔ امریکہ)

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں بہت یاد آئے گا

کچھ یادیں متاعِ حیات ہوتی ہیں ساری خوشیوں کا دارو مدار انہی یادوں پر ہوتا ہے ۔ پھر کوئی دن نہیں گزرتا کہ جانے والے کی باتیں نہ کی جائیں اُن کا بار بار ذکر کرنا باعث خوشی و مسرت ہوتا ہے ۔ لیکن پھر بچھڑنے والے کی جدائی میں آنکھیں بھی بھر آتی ہیں اور دل پکار اُٹھتا ہے کہ

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلیفہ منتخب ہوئے تو ہر احمدی نے چاہا کہ جلد از جلد بیعت کرے تا خلیفہ کے ساتھ چلنے والوں سے پیچھے نہ رہ جائے ۔ میں نے بھی خط لکھا کہ میں آج تجدیدِ وفا کرتا ہوں اور خلیفۃ المسیح الرابع کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اسکے علاوہ میں مرزا طاہر احمد خلف خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے بھی عہدِ وفا کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تادم واپسی اپنی وفا پر قائم رہوں گا۔

جب حضور خلیفہ منتخب ہوئے تو یہ احساس ہوا کہ چونکہ آپ عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں اسلئے ہم ہی اپنا داغ دکھا جائیں گے ۔ حضورؒ کی وفات کا صدمہ پہلے دو خلفاء یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور ثالثؒ کی طرح برداشت نہیں کرنا پڑے گا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی ۔ جب میں نے حضورؒ کو تابوت میں دیکھا تو حضورؒ کے چہرے پر ایک اطمینان کی مسکراہٹ تھی ۔ میں یکدم پکار اُٹھا کہ یہی ہے وہ کیفیت جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔﴿یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾: اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ (اِس حال میں کہ تو اسے پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی ہے) آ میرے بندوں میں داخل ہو جا اور آ میری جنت میں بھی داخل ہو جا۔

ابھی جب حضور خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے تو حضور ہمارے گھر پورٹ لینڈ میں تشریف لائے ۔ بیگم صاحبہ اور دونوں بچیاں بھی ساتھ تھیں ۔ حضور ایک دن لاس اینجلز سے پورٹ لینڈ بذریعہ کار پہنچ گئے ۔ فاصلہ تقریباً بارہ صد میل کا تھا ۔ حضور کے تشریف لانے سے پہلے ہم لوگوں کا چھٹیوں پر جانے کا پروگرام بن چکا تھا اور ایک امریکن فیملی بھی ساتھ تھی ۔ متعدد جگہوں پر ٹھہرنے کے لئے ریزرویشن وغیرہ کروائی ہوئی تھی ہمیں اب یہ مشکل تھی کہ مہمانوں سے کیسے کہا جائے کہ ہمارا پروگرام تو بن چکا ہے اور اسے ہم کینسل نہیں کر سکتے ۔ چنانچہ میں نے حضور سے بات کی اور بتایا کہ ہمارا پروگرام تو بنا ہوا ہے ۔ حضور کہنے لگے کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے آپ لوگ جائیں ۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ پروگرام تو بدل نہیں سکتا ۔ ہم لوگ چند دن تمہارے گھر میں ٹھہر کر آگے چلے جائیں گے ۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

جب مسجد بشارت سپین کا افتتاح ہوا تو میں بھی وہیں موجود تھا ۔ اب میاں طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع بن چکے تھے ۔ امریکہ کی جماعت ملاقات کے لئے حاضر ہوئی ۔ ملاقات کے بعد جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا ۔ میرا سر ندامت سے جھکا ہوا تھا ۔ میں نے عرض کیا کہ جب حضور ہمارے ہاں پورٹ لینڈ تشریف لائے تھے اس وقت ہم لوگ ٹرپ پر چلے گئے تھے جس کی وجہ سے مجھے اتنی خفت اور ندامت ہے کہ مجھے حضور سے ملنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی ۔ پورٹ لینڈ میں مجھے کیا معلوم تھا کہ حضور خلیفۃ المسیح الرابع منتخب ہو جائیں گے ۔ حضور نے مجھے گلے لگا لیا اور گردن پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمھارا تو پروگرام بن چکا تھا تم اسے کیسے کینسل کر سکتے تھے ۔ ہم تمہارے گھر میں بڑے آرام سے رہے ۔ اب ایک بات کو یاد رکھنا کہ میری والدہ تمہارے ابا جان (یعنی میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ راولپنڈی) کو بھائی صاحب کہتی تھیں ۔ اس لئے میرا اور تمہارا دوہرا رشتہ ہے اُسے پہچانو ۔ حضور نے کچھ اتنی مرتبہ اور اتنی محبت سے کہا کہ میری ندامت سے نم آنکھیں خشک ہو گئیں ۔ میرے دل کا بوجھ دُور ہو گیا اور میں ایک فخر محسوس کرنے لگ گیا۔

جب حضور لاس اینجلز کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کیلئے تشریف لائے تو بہت سی اینٹیں مختلف ناموں سے رکھی گئیں ۔ آخر میں صرف ایک اینٹ باقی رہ گئی ۔ بھلا میری کیا پوزیشن تھی ۔ میں کوئی امیر جماعت نہ تھا، پریزیڈنٹ نہ تھا، سیکرٹری نہ تھا، مربی سلسلہ نہ تھا ۔ میں مسجد کی بنیادوں کے ساتھ ہی کھڑا تھا ۔ حضور نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ اِدھر آؤ ۔ میں پہنچا تو فرمانے لگے کہ میرا نام بھی طاہر ہے اور تمہارا نام بھی طاہر ہے اس اینٹ کو ہاتھ لگاؤ اور اُس کے بعد میں اینٹ بنیادوں میں رکھ دوں گا ۔ کہاں میں اور کہاں خلیفۃ المسیح الربع، خاک کو آسمان سے کیا نسبت ۔ لیکن میری خوشی اور دلجوئی کو دوبالا کر دیا ۔ اور ہمیشہ کے لئے ایک یاد عطا کر دی ۔ مسجد کی بنیاد رکھنے کے بعد مغرب کی نماز کے بعد شامیانوں میں مجلسِ عرفان کا اجلاس شروع ہوا ۔ مختلف لوگ سوال کر رہے تھے ۔ اور حضور ان کو خاطر خواہ جواب دے رہے تھے ۔ سوال کرنے والوں میں جماعت اور غیر از جماعت دونوں قسم کے افراد شامل تھے ۔ اتنے میں چوہدری منیر احمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ پکا ہوا کھانا خراب ہو گیا ہے ۔ ہم لوگ (Kentuky Fried Chicken) منگوا رہے ہیں تم تب تک حضرت صاحب کو مصروف رکھو اور مختلف سوال پوچھتے رہو ۔ چنانچہ میں حسبِ حکم مائیکروفون پر پہنچ گیا اور سوالات شروع کر دیئے ۔ کچھ دیر تک تو حضور جواب دیتے رہے پھر فرمانے لگے کہ معلوم ہوتا ہے آپ میری ٹیپس نہیں سنتے کیونکہ میں ان سوالات کا جواب دے چکا ہوں ۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور میں سوالات اِس لئے نہیں پوچھ رہا کہ جوابات ملیں بلکہ چونکہ کھانا کھانا خراب ہو چکا ہے ۔ اور دوسرا کھانا منگوایا گیا ہے اس لئے میں حضور اور سامعین کو مصروف رکھنے کے لئے سوالات پوچھ رہا ہوں ۔ اس پر حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے ۔ پھر جب کھانا آ گیا تو میں نے عرض کیا کہ اب حضور بھی تھک چکے ہیں اور سامعین بھی بھوکے ہیں ۔ اس لئے آئیں تا کھانا کھایا جائے ۔ حضور اپنی کُرسی سے اٹھے اور سیدھے میری طرف آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے ٹینٹ میں تشریف لے آئے پھر اپنی پلیٹ میں سے Ckicken کے ٹکڑے مجھے کھانے کے لئے دیئے ۔ اور اپنے وفا شعاروں اور خدام سے محبت کا اظہار اور کیسے ہو سکتا تھا اس کی بہترین مثال تو یہی تھی ۔

جب حضور بیت الرحمٰن لاس اینجلس، کیلیفورنیا کی مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تو میں بھی پورٹ لینڈ سے جا حاضر ہوا ۔ سارا دن لوگ ملاقات کے لئے آتے رہے ۔ لیکن بیرون سٹیٹ کیلئے کوئی ملاقات کا وقت نہیں رکھا گیا تھا ۔ سو میں حسرت سے سب کو دیکھتا رہا ۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد حضور مجلسِ عرفان کیلئے تشریف فرما ہوئے ۔ حضور کے لئے محراب میں کرسی رکھ دی گئی اور حاضرین کے لئے ایک مائیکروفون درمیانِ مسجد میں رکھا گیا ۔ میں حضور کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا ۔ لوگ سوال کر رہے تھے اور ان کے جوابات مِل رہے تھے ۔ مجھے یکا یک کچھ خیال گزرا اور میں اُٹھ کر مائیکروفون پر جا پہنچا ۔ میں نے سلام کے بعد اپنا تعارف کروایا اور عرض کیا کہ حضور میں پورٹ لینڈ سے بارہ صد میل کا فاصلہ طے کر کے حاضر ہوا ہوں ۔ مجھے سوال تو نہیں پوچھنا لیکن اگر حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں کہو ۔ میں نے عرض کیا کہ میں پورٹ لینڈ سے بارہ صد میل کی مسافت طے کر کے حاضر ہوا ہوں صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ لوگ آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں کچھ لوگ آپ سے ملاقات کر رہے ہیں، کچھ نے معانقہ کیا ہے کچھ نے حضور کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے اور کچھ بات چیت سے خوش ہوئے ہیں لیکن حضور میرے حصے کچھ نہیں آیا ۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ۔

گُل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر اندازِ چمن کچھ تو اِدھر بھی

ابھی شعر مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ حضور فرمانے لگے ادھر آؤ جلدی سے ادھر آ جاؤ ۔ حضور کے چہرے پر کچھ شرماہٹ کے آثار تھے جس سے مجھے ہی لذت ملی ۔ بہر حال حضور نے معانقہ کیا اور اس کے بعد حاضرین نے کہا کہ شعر تو مکمل کر دو ۔ میں واپس مائیکروفون پر گیا اور وہ شعر دوبارہ پڑھ دیا۔

ایک دفعہ حضور Vancouver, B.C. Canada تشریف لائے ۔ ہوٹل میں قیام ہوا ۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد سوال و جواب کے لئے تشریف فرما ہوئے ۔ جب نماز کے لئے تشریف لائے تو جائے نماز نہ تھی ۔ میں نے اپنا کوٹ نماز کی جگہ پر ڈال دیا ۔ ایک اور صاحب نے بھی اپنا کوٹ ڈال دیا ۔ بہر حال نماز کے بعد لوگوں نے سوالات شروع کئے اور حضور جوابات دیتے رہے ۔ یہ تمام سلسلہ انگریزی زبان میں رہا ۔ حاضرین میں صرف دو امریکن تھے ۔ یہ دونوں صاحبان سان فرانسسکو کیلیفورنیا سے تھے ۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یہاں صرف دو یا ایک انگریزی بولنے والے امریکن ہیں ۔ باقی سب اُردو بولنے والے ہیں ۔ اگر اردو زبان میں گفتگو ہوتی تو ہم اچھی طرح سمجھ پاتے اور زیادہ لوگ سمجھ لیتے اور ہم بھی اپنی بات کو وضاحت سے بیان کر لیتے ۔ اس پر حضور بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے حکم دے رکھا ہے کہ اس ملک کی زبان میں گفتگو کیا کرو جس ملک میں یہ مجلس ہو رہی ہو ۔ یہ حکم میرا ہی نہیں، حضرت مصلح موعودؓ کا بھی حکم تھا ۔ اگر ایک آدمی بھی تھا تو تب بھی گفتگو انگریزی زبان میں ہونا چاہئے تھی ۔

جب میں گھر پورٹ لینڈ واپس آیا تو میں نے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اس واقعہ کی یاددہانی کروانے کے بعد عرض کیا کہ نوجوان لوگ پڑھائی اور بہتر مستقبل بنانے کے لئے کینیڈا، امریکہ یا بیرونی ممالک میں آ جاتے ہیں ۔ جب کوئی اچھی ملازمت مِل جاتی ہے اور زندگی آرام سے گزرنے لگتی ہے وہ اپنے والدین کو بھی بلا لیتے ہیں ۔ خدمت اُن کی غرض ہوتی ہے اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ بھی اِن آسائشوں میں حصہ دار ہو جائیں ۔ یہاں نوجوان میاں بیوی دونوں ملازمت کرتے ہیں اور ہفتہ اتوار کا دن خرید و فروخت اور گھر کی صفائی میں نکل جاتا ہے ۔ ماں باپ سارا دن گھر میں اکیلے اور چپ میں گزارتے ہیں اور کسی صورت بھی ان کا چپ کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور پورا ہفتہ، ہفتہ اور اتوار کی انتظار میں گزرتا ہے ۔ جب حضور یا کوئی اور جماعت کا سرکردہ تشریف لاتا ہے تو ان کی بات چیت کرنے کی بھوک اور بھی بڑھ جاتی ہے، تا وہ کسی سے دل کی بات تو کر سکیں ۔ ان لوگوں کا مقصد جنہوں نے اردو میں گفتگو کی درخواست کی تھی سوائے اسکے کچھ اور نہ تھی ۔ اس پر حضور کا جواب ملا ۔ حضور نے لکھا کہ تم نے ان لوگوں کی وکالت بہت اچھی طرح کی ہے لیکن میری پوزیشن جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے ۔ اور پھر میں نے جماعت کو یہ بھی حکم دے رکھا ہے کہ اُن لوگوں کیلئے جو وہاں کی زبان اچھی طرح نہ سمجھتے ہوں بیک وقت اُردو زبان میں ترجمے کا انتظام کیا جائے ۔

ایک دفعہ حضور امریکہ تشریف لائے ہوئے تھے ۔ ایک دن نیویارک ہی میں مَیں نے حضرت مرزا

مظفر احمدؓ سے عرض کیا کہ حضور کی صحت کی دو فائلیں بنی چاہئیں ایک واشنگٹن میں اور دوسری لنڈن میں ہونی چاہئے ۔یہاں امریکہ میں ہر فیلڈ کا احمدی ڈاکٹر Specialist موجود ہے۔ان کو کہا جائے کہ حضور کو Examin کر کے رپوٹ فائل میں لگا دیں اور اس کی ایک کاپی لنڈن بھیج دی جائے ۔اس سے ہم خلیفہ وقت کی صحت کا خیال خاطر خواہ رکھ سکیں گے ۔

......حضرت میاں صاحبؓ نے جا کر حضرت صاحب سے تذکرہ کیا۔حضور نے پوچھا کہ آپ سے یہ بات کس نے کہی ہے۔میاں صاحب نے فرمایا کہ ڈاکٹر محمد طاہر نے اس پر حضور خاموش ہو گئے ۔دوسرے لفظوں میں یہ تجویز منظور تھی ۔لیکن پھر صحت کی رپورٹوں کی بات آگے نہ بڑھی ۔تھوڑی دیر کے بعد کسی نے Cheese Cake بھجوایا تو حضور فرمانے لگے کہ دیکھو ایک طرف تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میرا کولیسٹرول بڑھا ہوا ہے اور دوسری طرف مجھے یہ Cake بھجوا رہے ہیں ۔شام کے وقت جب کھانا شروع ہوا تو حضور کے سامنے زردہ کی پلیٹ رکھی گئی حضور نے دو ایک لقمے کھانے کے بعد مجھے پلیٹ دے دی اور فرمایا کہ تم کھاؤ۔احباب جماعت نے پلیٹ تو میرے ہاتھ میں رہنے دی لیکن زردہ سے خالی کر دی۔حضور فرمانے لگے کہ دیکھو یہ لوگ پلیٹ خالی کر گئے ۔میں نے عرض کیا کہ حضور یہ تو چاول لے گئے ہیں میرا حصہ حضور سے گفتگو اور حضور کا قرب تھا جو مجھے مِل گیا۔

ایک مرتبہ حضور Vancouver B.C (Canada) تشریف لائے ہوئے تھے ۔میں بھی ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔میرے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ خطوط تھے ۔میں نے ان کے دستیاب ہونے کی پوری داستان سنائی ۔سننے کے بعد فرمانے لگے کہ کسی کو یہ خطوط دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ان کو اپنے پاس بحفاظت تمام رکھو۔اس کے بعد حضور نے میری بیوی کی شکائت کے لئے نسخہ لکھ کر دیا۔ میں نے نسخہ لینے کیلئے اپنا بایاں ہاتھ بڑھایا۔یہ میری بدتمیزی تھی جس کا مجھے احساس تک نہ تھا۔حضور نے اسی وقت فرمایا کہ نہیں دایاں ہاتھ آگے کرو۔میں نے معافی مانگتے ہوئے دایاں ہاتھ آگے کیا اور نسخہ لے لیا۔

جب حضور پورٹ لینڈ کی مسجد کے افتتاح کیلئے یہاں تشریف لائے تو میں نے اپنی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی انگوٹھی دکھا کر کہا کہ حضور پورٹ لینڈ کے ایک Jeweller کی بنائی ہوئی ہے ۔میں نے کاغذ پر لکھ دیا تھا اور اس نے کندہ کر دیا۔دیکھئے حضور اس نے کیسا اچھا صاف اور خوبصورت لکھا ہے۔ حضور نے تعریف فرمائی اور پھر اپنے ہاتھ میں لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام والی انگوٹھی جسے حضور پہنے رہتے تھے کے ساتھ بہت دیر تک مَس کرتے رہے۔

پھر جب کھانے کی میز پر بیٹھے تو گفتگو کا سلسلہ چلانے کیلئے میں نے کہا کہ حضور آپ نے ایک بڑی بحر کی نظم کہی ہے۔ میں نے اتنی بڑی بحر کبھی پڑھی نہیں ہے ۔اس سے پہلے میں نے بہادر شاہ ظفر کی نظم پڑھی ہے جس کا مقطع ہے ۔

ظفر آدمی اُس کو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اور پھر جوش ملسیانی کی ایک نظم ہے جس کا ایک ہی شعر مجھے یاد ہے کہ ۔

تمہیں جوش ہم خوب پہچانتے ہیں تمہاری بَلا نوشیاں جانتے ہیں
کہاں تم کہاں پارسائی کا جامہ کبھی ہم نے ایسا دکھاوا نہ دیکھا

حضور فرمانے لگے کہ میں نے نوح ناروی کی ایک بڑی بحر کی نظم پڑھی تھی ۔اس پر میں نے بھی کہی تھی۔ اس کے بعد کسی اور بات کے چلنے پر میں نے یہ شعر پڑھا کہ ۔

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

حضور نے یکدم فرمایا: نہیں ۔ نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے ۔چونکہ دوسرے مصرعہ میں پونچھئے ہے اس لئے یہاں لفظ آپ آئے گا۔میں نے عرض کیا کہ لکھنؤ کے لوگ دُوری اور تکلف کو ختم کرنے کے لئے تم کہتے ہیں اور ادب کو ملحوظ رکھنے کیلئے پونچھئے بولتے ہیں۔اس پر حضور نے فرمایا نہیں یہ غلط ہے ۔ٹھیک 'آپ ہی ہے'۔ میں خاموش ہو گیا۔جب کھانا شروع ہوا تو میں نے پوچھا کہ حضور کھانے میں مرچ مصالح میں زیادتی یا کمی تو نہیں ،فرمانے لگے کمی نہیں ،اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔کھانا بالکل پھیکا ہے۔میں نے عرض کیا کہ اچار پیش کروں ۔فرمانے لگے: نہیں ٹھیک ہے۔اب ایسے ہی کھالیں گے۔ مجھے شرمندگی بھی ہوئی لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ حضور نمک مرچ تیز کھاتے ہیں یا ہم لوگ کم کھاتے ہیں ۔بہرحال اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب حضور ہم میں نہیں ہیں حضور اپنا کام ختم کر کے مالکِ حقیقی سے جا ملے ۔اب کون محبت سے کہے گا کہ مجھ سے تمہارا دوہرا رشتہ ہے۔کون گلے لگا کر گردن پر بوسہ دے گا۔اور کون شفقت کا اظہار کرے گا۔

رخصت اے دل کے مالک و مختار
رخصت اے میرے قافلہ سالار
دل تھا ناآشنا خزاں سے میرا
تیرے دم سے تھی زندگی کی بہار
تو گیا رونقِ حیات گئی

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔
(مینجر)

حضرت بابا شیر محمد صاحب بنگوی رضی اللّٰہ عنہ ۔ یکّہ بان

از صفحہ نمبر ۹

کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انھوں نے اس فضا میں پرورش پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں آ کر جو تبدیلی کی اس نے انھیں شیر محمد یکہ بان کی بجائے شیر محمد ابدال بنا دیا۔لوگوں نے اپنی غلط فہمی اور فیج اعوج کے اثرات سے متاثر ہو کر ابدال کو نعوذ باللہ بہروپیا سمجھا ہوا ہے کہ وہ اپنی ہیئت تبدیل کر لیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ نہیں بلکہ ابدال کی فلاسفی یہ ہے کہ جو لوگ اپنی سفلی زندگی میں ایک خارق عادت تبدیلی کر کے خدا تعالیٰ کے حضور ایک خصوصیت حاصل کر لیتے ہیں وہ حقیقی معنوں میں ابدال ہوتے ہیں۔ ان کی گناہ آلود زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ سفلی آلودگیوں سے نکل کر خدا میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ پس ان کی وہ پاک تبدیلی انہیں زمرۂ ابدال میں داخل کر دیتی ہے انہی معنوں کے لحاظ سے صوفی شیر محمد ابدال تھے اور یہ مقام اور مرتبہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ملا...... یکہ بانوں کی طرح اس کی زبان پر گالی گلوچ قطعًا نہ تھی اور لوگوں کو حیرت تھی کہ سالہا سال کے محاورات اور کلمات جو زبان پر جاری ہو گئے تھے وہ یکدم کیونکر موقوف ہو گئے اور ان کی جگہ سُبْحَانَ اللہ اور اَسْتَغْفِرُاللہ نے کیونکر لے لی مگر یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔

بر کسے چون مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی

اپنے ہر سفر کے آغاز سے انجام تک وہ مصروف تبلیغ رہتے، یکہ بانوں کی طرح اب نہ اپنی سواریوں سے تکرار تھا نہ بات بات پر گالی گلوچ ،۔اگر کسی کی کوئی چیز یکہ میں رہ گئی تو اسے مالک تک پہنچانے میں وہ پوری کوشش کرتے اور انھیں چین نہ آتا جب تک اسے واپس نہ کر لیتے۔ان کی زندگی میں جب یہ انقلاب ہوا تو ان کے ساتھ مختلف قسم کی آزمائشوں اور ابتلاؤں کا دور شروع ہو گیا ۔پے در پے گھوڑے خریدے اور مر گئے اور کئی قسم کے نقصان ہوئے یہاں تک کہ بعض اوقات عرصہ حیات تنگ ہو گیا مگر اس شیر نے ان مصائب میں اپنے مولیٰ سے صدق اور اخلاص کے رشتے کو آگے بڑھایا، پیچھے قدم نہیں ہٹایا۔اس کی زندگی عسرت کی زندگی تھی مگر دیکھنے والے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ اس عسرت میں ہی مست تھا۔اپنے احمدی بھائیوں سے محبت اور ان کی ہمدردی اس کی فطرت ثانیہ ہو گئی تھی میں جانتا ہوں کہ باوجود خود تنگدست ہونے کے وہ ایک تہی دست شریف احمدی کے بال بچوں کی مخفی طور پر مدد کیا کرتا تھا۔افسوس ہے کہ اس احمدی کو اپنی کسی شامت اعمال کی وجہ سے ابتلا آ گیا اور وہ مرتد کی موت مرا مگر صوفی شیر محمد نے اس کے بچوں کے ساتھ اپنے سلوک کو نہ چھوڑا......حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت کے ساتھ اخلاص وصدق سے وابستہ رہے حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں جب فتنہ پیدا ہوا تو وہ بڑے اخلاص اور جوش کے ساتھ اس فتنہ کی مخالفت میں کھڑے رہے اور جب حضرت خلیفہ اول کے وصال پر جماعت میں تفرقہ پیدا ہوا تو انھوں نے دامن خلافت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت سے محبت و اخلاص وہ اپنے ایمان کا ضروری جزو یقین کرتے تھے۔وہ نماز اور روزہ کے پورے پابند تھے اور تہجّد بھی پڑھتے تھے،زندگی بہت سادہ تھی خدا کی رضا کے لیے انہیں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لینا نہایت آسان تھا۔غرض انہوں نے اپنی عملی زندگی سے یہ دکھا دیا کہ کس طرح ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں آ کر اپنی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی کر سکتا ہے۔اپنی دوستی اور عہد اخوت میں وہ وفادار دوست اور جان نثار بھائی تھے......

لَا رَیْبَ وہ اسی زندگی میں موت کے مخمصہ سے نجات پا گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی زندہ ہے اس لیے کہ آنے والی نسلیں شیر محمد ابدال کے نام سے اسے یاد کریں گی۔ خدا کی رحمت کے فرشتے اس کی تربت پر فضل کی بارش برسائیں گے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور جان نثار خدام میں سے تھا۔ وہ دنیا کی دولت سے کوئی حصہ نہ رکھتا تھا لیکن صدق وصفائی کی دولت سے اس کا دامن پُر تھا۔ میں اپنے جدا ہونے والے بھائی کی موت پر افسوس کے آنسو نہیں بہاتا بلکہ اس کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ وہ ہم سے پیچھے آ کر پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہو گیا (عرفانی)۔" (الفضل 6 دسمبر 1929ء صفحہ 11,12)

حضرت بابا شیر محمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ستر برس کی عمر پائی اور 1929ء کے آخر میں راہی مُلک بقا ہوئے انا للہ و انّا الیہ راجعون۔آپ نے وصیت بھی کی ہوئی تھی۔

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِي نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

BELA BOUTIQUE
ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز ،
مردانہ سوٹ ، اچکن ، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے
Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)
Tel: 069-24279400 - e:mail-BELAboutique@aol.com

تیل کا مستقبل اور عالمی سیاست

محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی

عالمی سطح پر تیل کی سیاست کے اثرات کا اکثر ذکر رہتا ہے اور عراق کی جنگ کے معاملے میں تیل کے ذخائر پر قبضہ کو ایک بڑی وجہ قرار دیا گیا تھا۔ عراق جنگ کے بعد ایک طبقہ کی طرف سے یہ اصرار کیا گیا کہ درحقیقت اس جنگ میں تیل کی سیاست کا کوئی اہم کردار نہیں تھا۔ اسی طرح ایک طبقہ کی طرف سے یہ بھی کہا جانے لگا کہ امریکہ کو عراق کی تعمیر نو پر عراق کی تیل کی آمد سے کہیں زیادہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے، پس تیل کی دولت جنگ کا مرکزی محرک نہیں ہو سکتی یا نہیں تھی۔ ذیل کے مضمون میں تیل کے ذخائر اور استعمال اور مستقبل قریب میں اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والی صورت حال پر چند حقائق پیش ہیں۔

۱۔تیل کے عالمی ذخائر

دنیا میں موجود ہر دوسری چیز کی طرح تیل کے ذخائر بھی محدود ہیں۔اس ضمن میں ماہرین کچھ اندازے لگاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا بھر میں تیل کے کل کتنے ذخائر موجود ہیں۔ اس عالمی ذخیرے میں سے ہر سال کچھ مقدار استعمال ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بقایا ذخیرہ ہر سال کم ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف تیل کے نئے ذخائر کی دریافت سے تیل کی معلوم مقدار میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔مختلف ماہرین کی رائے میں دنیا بھر کے تیل کے کل ذخائر کی مقدار کا اندازہ کچھ یوں ہے:

World Oil کے مطابق یکم جنوری ۲۰۰۳ء کو دنیا بھر میں تیل کے معلوم ذخائر ۱۰۱۸ ارب بیرل تھے۔ جبکہ Oil and Gas Journal کے مطابق یہ مقدار ۱۰۳۲ ارب بیرل اور BP کے مطابق ۲۰۰۲ء کے آخر میں ۱۰۴۷ء۷ ارب بیرل تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر مزید ذخائر دریافت نہ ہوں تو ہمارے پاس تیل کا کل اتنا ذخیرہ باقی ہے۔

اس مقدار کے متعلق کافی شبہات پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ ہر ملک کے تیل کے ذخیرے پر مشتمل اعداد و شمار کو جمع کر کے حاصل کی گئی ہے اور اوپیک ممالک اکثر اپنے ذخائر کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کیونکہ ان میں تیل بیچنے کا جو کوٹہ کا نظام رائج ہے اس میں ہر ملک کو اس کے ذخائر کی مناسبت سے تیل بیچنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ چنانچہ 1987-88 میں ۵ اوپیک ممالک نے اپنے ذخائر کا اندازہ کچھ یوں پیش کیا (ارب بیرل میں)۔

ملک	۱۹۸۷	۱۹۸۸
امارات	۳۱	۹۲
ونزویلا	۲۵	۵۶
ایران	۴۹	۹۳
عراق	۴۷	۱۰۰

گویا بیک وقت ۴ ممالک میں ذخائر کے اندازے دو یا تین گنا بڑھ گئے! دو سال بعد سعودیہ نے اپنے ذخائر کی مقدار ۱۷۰ ارب سے بڑھا کر ۲۵۷ ارب کر دی! اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ اعداد و شمار مصنوعی ہیں۔ چنانچہ Petro Consultants کے ایک جائزے کے مطابق ۱۹۹۶ء میں دنیا بھر کے تیل کے ذخائر کی مقدار صرف ۷۵۰ ارب بیرل رہ گئی تھی۔ تاہم ہم اس مضمون میں ۱۰۳۲ ارب بیرل کے حساب کو مدنظر رکھیں گے۔

۲۔ تیل کے کل معلوم ذخائر کو جاننے کے بعد اب ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ ذخائر کتنے عرصہ تک دنیا کے لئے کافی ہیں؟ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں ہر سال کتنا تیل استعمال ہوتا ہے۔ دنیا بھر میں تیل کی پیداوار کا گوشوارہ International Energy Agency کے مطابق کچھ یوں ہے:(ملین بیرل یومیہ میں)

1990	1991	1992	1993	
66.92	66.79	67.24	67.45	
1994	1995	1996	1997	
68.84	70.40	72.29	74.59	
1998	1999	2000	2001	2002
75.70	74.1	76.3	76.73	76.59

اگر ہم ۲۰۰۲ء کی پیداوار کو اور تیل کے کل ذخائر کو مدنظر رکھیں تو معلوم ہو گا کہ ۲۰۰۲ء میں فقط ۳۷ سال کا تیل باقی تھا اب ۲ سال مزید گزر جانے کے بعد ۳۵ سال رہ گئے ہیں۔ لیکن اس حساب میں دو باتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ تیل کے مزید ذخائر دریافت ہو سکتے ہیں۔دوئم یہ کہ تیل کی سالانہ پیداوار میں اضافہ ہو گا۔ نئے ذخائر کی دریافت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جا رہی ہے کیونکہ اکثر ذخائر پہلے ہی دریافت ہو چکے ہیں اور پھر نئے ذخائر مہنگے بھی ہیں کیونکہ وہ دشوار گزر علاقوں مثلاً گہرے سمندر وغیرہ میں ہیں۔ اس کے مقابلہ میں سالانہ پیداوار اور کھپت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ صرف ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۲ء تک پیداوار میں قریبا ۱۰ ملین بیرل یومیہ کا اضافہ ہو چکا تھا یعنی ۳ء۶۵ ارب بیرل سالانہ! تیل کی کھپت میں اضافے کے تعلق میں صرف ایک مثال پیش ہے، چین ۱۹۹۲ تک تیل درآمد نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ ۱۹۹۳ میں چین نے تیل درآمد کیا ہے اور اب صرف ۱۰ سال میں چین اس وقت امریکہ کے بعد تیل درآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک بن چکا ہے۔ اسی طرح مستقبل قریب میں ہندوستان میں تیل کی کھپت تیزی سے بڑھنے کی امید ہے۔

ان سب امور پر یکجائی طور پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ بہت جلد دنیا میں تیل کی پیداوار اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے۔ اکثر ماہرین کے خیال میں ۲۰۱۰ سے ۲۰۲۰ کے درمیان کسی وقت تیل کی پیداوار میں کمی آنے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں تیل کی قیمتیں تیزی کے ساتھ بڑھنے لگیں گی۔

اس ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ امریکہ اور دوسرے بہت سے ممالک کی تیل کی مقامی پیداوار میں تنزل کا عمل عرصہ دراز سے شروع ہو چکا ہے۔ BP جو تیل کی ایک مشہور کمپنی ہے کے جائزے کے مطابق امریکہ کے کل مقامی ذخائر ۲۰۰۲ء کے آخر میں قریبا ۳۰ ارب بیرل تھے جبکہ اس کی پیداوار ۲ء۸ ارب بیرل سالانہ تھی۔ اس حساب سے قریبا ۱۰ سال میں امریکہ کے مقامی ذخائر ختم ہو جانے والے ہیں جس کے بعد امریکہ کا تیل کے لئے مکمل طور پر درآمدات پر انحصار ہو گا۔ اسی طرح ناروے کے پاس ۱۰ء۳ ارب بیرل کے ذخائر تھے جو کہ ۸ سال میں ختم ہو جانے والے ہیں۔ BP کی رپورٹ کے مطابق اکثر ممالک کے ذخائر اب ۱۵ سال سے بھی کم رہ گئے ہیں۔ البتہ عراق، کویت اور امارات کے پاس ۱۰۰ سال سے زیادہ کے ذخائر موجود ہیں! جبکہ سعودیہ کے پاس ۸۵ سال کے۔ یہ بات پہلے اندازے کے خلاف نہیں کیونکہ تیل کے کل ذخائر کے ۳۵ سال میں ختم ہونے کا اندازہ اس صورت میں ہے جب پیداوار برقرار رکھی جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ پیداوار ہمیشہ آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہوتی ہے اور ایک عرصے میں ختم ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ کی مقامی پیداوار اگر برقرار رہتی تو اس کا تیل کب کا ختم ہو جاتا۔ لیکن ۱۹۷۰ سے امریکہ کی مقامی پیداوار مسلسل کم ہوتی جا رہی ہے اور اس طرح اس کے ذخائر ابھی تک ختم نہیں ہوئے (گو اس میں نئے ذخائر کے دریافت کا بھی حصہ ہے) اس وقت امریکہ میں تیل کے قریبا ۵ لاکھ کنویں ہیں جن کی اوسط پیداوار صرف ۱۱ بیرل یومیہ رہ گئی ہے (Oil & Gas Journal) جبکہ سعودیہ میں یہ مقدار ۴۷۳۰ بیرل فی کنواں یومیہ ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ قریبا ۱۰ سال بعد دنیا تیل کے لئے خلیج کے ممالک پر بہت زیادہ انحصار کرنے پر مجبور ہوگی۔ جس کی وجہ سے اوپیک کی طاقت بہت بڑھ جانے والی ہے اور تیل کی قیمت بھی۔ تیل کے محدود ذخائر کے حصول کے لئے بڑی طاقتوں میں مقابلہ درحقیقت شروع ہو چکا ہے۔ امریکہ نے عراق پر قبضہ کے ذریعہ سے براہ راست عراق اور کویت کے تیل پر تصرف اختیار کر لیا ہے۔ اب امریکہ نہ صرف اپنی ضروریات کے لئے تیل حاصل کر سکے گا بلکہ ان دونوں ممالک اور قطر وغیرہ کے ذریعہ سے تیل کی قیمتوں پر بھی اور اس طرح سے بالواسطہ دوسرے ممالک پر اثر انداز ہو سکے گا۔

فرانس اور جرمنی کی عراق کی جنگ کی مخالفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیل پر امریکہ کی اجارہ داری قائم نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ چین کے پاکستان میں گوادر کی بندرگاہ میں تعاون میں بھی تیل کی سیاست عمل پذیر ہے۔ چین اپنی معاشی ترقی کے لئے تیل کا محتاج ہے اور خلیج سے آنے والے تیل کے راستوں کو محفوظ بنانا ضروری خیال کرتا ہے۔ گوادر کی بندرگاہ میں لنگر انداز چینی بحریہ ان راستوں کی نگرانی کر سکتی ہے۔

اوپیک کی سیاسی طاقت بڑھنے کے ساتھ ساتھ عرب اسرائیل مسئلہ کا اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر جانا اظہر من الشّمس ہے۔

تیل کا متبادل کیا ہے؟

یہ سوال بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مختصراً تین متبادل اس وقت کم و بیش ممکن نظر آتے ہیں۔ اول ایٹمی توانائی کی جدید قسم۔دوئم میتھین۔سوئم مختلف ذرائع کا مخلوط استعمال۔ انشاء اللہ اس ضمن میں مزید تفصیل پھر کسی وقت پیش کی جائیں گی۔

مآخذ:

BP Statistical review on world energy 2003

The coming world oil crisis, www.planetforlife.com

USA-Iraq conflict: The Oil Angle International Development یہ آرٹیکل Economic Assossiates کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

CIA: The World Factbook

International Energy Agency: Monthly Oil Market Report , dated 10

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت بابو قاسم الدین صاحب

حضرت بابو قاسم الدین صاحب کا تعلق سیالکوٹ سے تھا اور آپ صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ تقسیم ہند کے وقت ضلع سیالکوٹ میں امیر جماعت تھے۔ مہاجرین کی بہت مدد کی توفیق پائی۔ ضلع گورداسپور قریب ہونے کی وجہ سے احمدیوں کی بڑی تعداد نے بھی سیالکوٹ کا رخ کیا تھا۔ آپؓ نے اُن کی آبادکاری میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ اپنے تقویٰ و طہارت کی وجہ سے عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ تمام افسران بالا آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ جس کاغذ پر آپ کے دستخط ہوتے، اُس پر بلاتذبذب دستخط کردیتے۔ آپ کی خدمت کا سلسلہ بلاتفریق مذہب پھیلا ہوا تھا۔ پُرجوش داعی الی اللہ بھی تھے۔

جب پاکستان میں کرنسی تبدیل کرنے کا حکم ہوا تو آپ شیخوپورہ میں خزانچی تھے۔ ایسے میں رات گئے آپ کے دروازہ پر چند لوگ آئے اور ایک بڑی رقم کی تبدیلی کی خواہش کرتے ہوئے آپ کو ایک تھیلی پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ احمدی ہیں اور کوئی غیرقانونی کام کرنے کے بارہ میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ایک سازش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دامنی کو قبول فرمایا اور آپ سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر ترقی پاکر سیالکوٹ میں متعین ہوئے۔

یہ مختصر مضمون مکرم چودھری عبدالرحمٰن صاحب کے قلم سے روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت ہے۔

محترم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۳ء میں مکرمہ شازیہ باسط خان صاحبہ نے اپنے والد محترم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کے تفصیلی حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے جو محترم مولوی صاحب نے خود بیان کئے ہیں۔

محترم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ۱۳ جون ۱۹۱۳ء کو درگئی (خوست، افغانستان) میں محترم عبدالرحیم خان صاحب کے ہاں پیدا ہوا جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا پہلا نام سید پیر خان تھا اور آپ اپنے بھائی سید آدم خان کے ساتھ قادیان آئے تھے جہاں آپ کا نام بدل کر عبدالرحیم خان رکھا گیا۔ میرے دادا نے اپنے گھر کے ساتھ ایک مسجد بھی بنوائی تھی اور اُن کا کام اپنے علاقہ میں عوام کے مقدمات کا تصفیہ کروانا تھا۔

میرے والد نے ۱۸ سال کی عمر میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی بیعت کی۔ بیعت کی ایک شرط نماز تہجد کی ادائیگی بھی تھی جس پر آپ ہمیشہ کاربند رہے۔ بعد میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے ذریعہ ہی میرے اکثر خاندان نے احمدیت قبول کرلی۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت اور اس سے قبل کے واقعات میرے والد کے چشمدید تھے۔

میرے تایا سید آدم خان صاحب ۱۹۱۳ء میں قادیان آگئے۔ پھر وہ کئی بار وطن آئے اور نوجوانوں کو قادیان لے جاتے رہے۔ ۱۹۱۷ء میں اُن کی وفات ہوئی اور وہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ اُن کی وفات کی اطلاع والد صاحب کو بذریعہ خواب ہوئی اور خواب میں ہی تایا نے پیغام دیا کہ میری وصیت کی رقم آپ کو دینی پڑے گی۔ چنانچہ والد صاحب دو سو چاندی کے روپے لے کر قادیان پہنچے اور ۱۹۱۸ء میں نقل مکانی کرکے مستقل قادیان آگئے۔ تقسیم ملک کے بعد انہیں درویشان قادیان میں شامل ہونے کی سعادت بھی ملی۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو قادیان میں فوت ہوکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ بہت دعاگو اور صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔

مَیں ۱۹۱۸ء میں جب قادیان آیا تو ہم دونوں بھائی مہمان خانہ میں سکونت رکھتے تھے۔ مَیں نے پرائمری پاس کرکے مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۳۳ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ قادیان کے اردگرد اکثر دعوت الی اللہ کیلئے جایا کرتا اور کئی بار مار بھی کھائی۔ ۱۹۳۵ء میں مردان سے ہوتا ہوا پشاور آیا۔ یہاں مڈل کیا، پھر میٹرک کیا۔ ادیب فاضل اردو کا امتحان پنجاب سے پاس کیا اور پھر مختلف سکولوں میں تدریس کا کام کرتا رہا۔ مئی ۱۹۴۵ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں مدرس ہوا۔ ۴۷ء سے ۵۰ء تک کشمیر کے محاذ پر بھی خدمات بجالایا اور حکومت پاکستان سے بہادری کے اعتراف میں تمغہ پایا۔

اس کے بعد مَیں پھر پشاور چلا آیا اور اسلامیہ ہائی سکول میں مدرس ہوگیا۔ احمدی ہونے کی وجہ سے بار بار تکالیف پہنچائی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حفاظت کی۔ ۱۹۷۲ء میں ریٹائرڈ ہوا۔ ۱۹۷۳ء میں بذریعہ بس حج کیا۔ ۱۹۷۴ء میں کئی بار مار کھائی اور تکلیف اٹھائی۔ پہلی اہلیہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لڑکیاں اور دو لڑکے عطا کئے جبکہ دوسری بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہوا۔

محترم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری، بے شمار احمدی اور غیراحمدی بچوں و بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ ۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کو آپ کی وفات سرگودھا میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مکرمہ سردار بیگم صاحبہ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۰ ستمبر ۲۰۰۳ء میں مکرم عبداللطیف چودھری صاحب اپنی والدہ مکرمہ سردار بیگم صاحبہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں مرحومہ پیدائشی احمدی تھیں، والد حضرت چودھری محمد اسماعیل صاحبؓ اور دادا حضرت میاں محمد بخش صاحبؓ بھی صحابی تھے۔ اگرچہ تعلیم معمولی تھی لیکن دین سے بہت لگاؤ تھا اور شادی سے قبل ہی باقاعدہ تہجد ادا کیا کرتی تھیں۔ میرے والد حضرت چودھری عبدالرحیم صاحب بھی اپنے خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے احمدیت قبول کی۔ وہ جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہوئے تو میرے دادا نے انہیں مولوی ثناء اللہ صاحب کے سپرد کردیا جن کے وہ مرید تھے۔ مولوی صاحب نے آپ کو اپنے کتب خانہ میں رکھ لیا اور یہ کام سپرد کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے حوالے نکال کر اُنہیں دیا کریں۔ اسی مطالعہ کی برکت سے آپ نے احمدیت قبول کرلی تو مولوی صاحب کے کہنے پر آپ کے والد نے آپ پر بہت ظلم کئے۔

میری والدہ سردار بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ پر بہت توکّل تھا۔ میرا ایک چار سالہ بھائی ایک بار جب چھت سے گر کر ہوش و حواس کھو بیٹھا اور ڈاکٹر نے بھی اس کی زندگی سے جواب دیدیا تو والدہ صاحبہ ساری رات سجدہ میں رو کر دعائیں کرتی رہیں اور صبح مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا بیٹا واپس کردیا ہے۔ چنانچہ پھر وہ بیٹا جلد روبصحت ہوگیا۔

میری والدہ لجنہ اماء اللہ مزنگ لاہور کی صدر بھی تھیں۔ کئی گھرانوں میں تبلیغ کے لئے جاتی تھیں اور دُور دُور تک احمدیوں کے گھرانوں میں بھی پیدل جایا کرتیں تاکہ انہیں جماعتی امور میں حصہ لینے کی تلقین کریں۔ اُس زمانہ میں "اسلامیہ پارک" بھی مزنگ کے حلقہ میں شامل تھا۔ آپ کی مساعی سے وہاں فعال لجنہ قائم ہوگئی۔ مزنگ میں ہم کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے اپنا مکان بنانے کے لئے اسلامیہ پارک میں ایک کنال زمین بھی خرید لی۔ ابھی اس پر کوئی عمارت تعمیر نہیں کی تھی کہ لجنہ کے اجلاس میں آپ نے خواتین کو تلقین کی کہ محلّہ میں مسجد بنوانے کا انتظام کریں۔ کسی نے جملہ معترضہ کے طور پر کہا کہ آپ اپنی زمین کا ایک حصہ مسجد کو دیدیں۔ یہ بات آپ کے دل میں بیٹھ گئی لیکن کئی سال تک عمل نہ ہوسکا۔ پھر آپ نے خواب میں حضرت مصلح موعودؓ کی اقتداء میں خود کو اس طرح نماز ادا کرتے دیکھا کہ ہمارے گھر اور مسجد کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ اس خواب کے بعد آپ نے زمین کا ایک حصہ مسجد کے لئے وقف کردیا اور اپنے سارے زیورات اس کی تعمیر کے لئے پیش کردیئے۔ لجنہ کی دوسری بہنوں نے بھی مالی معاونت کی لیکن پیسوں کی کمی کی وجہ سے چھت گھاس پھونس کی ڈالی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس مسجد کو کسی شرپسند نے آگ لگادی تو آپ نے دوبارہ گھر گھر جاکر رقم اکٹھی کی اور اپنے مکان کیلئے جو رقم جمع کی تھی وہ بھی مسجد فنڈ میں دیدی۔ چنانچہ جب بڑی شان و شوکت والی مسجد تعمیر ہوگئی تو حضرت مصلح موعودؓ کو مدعو کیا گیا۔ حضورؓ ہمارے گھر تشریف

روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم جولائی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالکریم خالد صاحب کی نظم سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

مسرورِ دل پذیر ، سرورِ نگاہ و جاں
ہم کو بہ فیضِ مہدیٔ دوراں ہوا عطا
غم کی سیاہ رات تھی آئی گزر گئی
پھر اس کے بعد مہرِ درخشاں ہوا عطا
ڈالا عدو کو حسرت عبرت نہاد میں
اہلِ جفا کو دیدۂ حیراں ہوا عطا
ہم نے زمیں کو سونپ دیا درِّ بے بہا
اور اس زمیں کو سایۂ یزداں ہوا عطا
نازاں ہو اپنے بخت پہ مغرب کی سرزمیں
مشرق کا تجھ کو لعلِ بدخشاں ہوا عطا

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲ جولائی ۲۰۰۳ء میں انتخاب خلافت کی رات (۲۲ اپریل ۲۰۰۳ء) کے حوالہ سے مکرم قریشی داؤد احمد ساجد صاحب کی نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

اک نیا ہم نے کیا عہد وفا آج کی رات
پھر زمیں پر اُتر آیا ہے خدا آج کی رات
شمع بے نُور ہوا چاہتی تھی لیکن اس نے
بخش دی اس کو نئی ایک ضیا آج کی رات
میرے آنگن سے قضا لے گئی اِک شجرِ عزیز
صحن گلشن میں نیا پھول کِھلا آج کی رات
اک عجب اہلِ جنوں میں ہے تغیر ساجدؔ
کل جو عاشق تھا وہ معشوق ہوا آج کی رات

لائے اور پھر مسجد میں نمازیں پڑھائیں تو ہمارے گھر میں عورتوں نے نماز باجماعت ادا کی۔ اس طرح خواب پوری ہوئی۔

مکرمہ سردار بیگم صاحبہ ۱۹۴۲ء میں اسلامیہ پارک کی لجنہ کی صدر منتخب ہوئیں اور اپنی وفات ۱۸؍اکتوبر ۱۹۶۵ء تک اس حلقہ کی صدر رہیں۔ طبیعت کی بہت فیاض اور مہمان نواز تھیں۔

محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۴؍اکتوبر ۲۰۰۳ء میں محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب مربی سلسلہ کی وفات کی خبر شائع ہوئی ہے۔ آپ ۱۲؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کو ۶۶ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پاگئے۔

آپ حضرت خلیفۃالمسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ۵؍نومبر ۱۹۳۷ء کو محترم خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بی۔اے، مولوی فاضل اور جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کی اور ۲۳؍جولائی ۱۹۷۰ء کو آپ کی پہلی تقرری ہوئی۔ بطور مربی سلسلہ مختلف شہروں میں متعین رہے اور ۱۹۸۳ء کے بعد معاون ناظر ضیافت، معاون ناظر امور عامہ اور معاون سیکرٹری مجلس کارپرداز متعین رہے۔ نیز وکالت تبشیر، وکالت تصنیف اور ادارۃالمصنفین میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ اپنے محلّہ کے صدر بھی رہے۔ گزشتہ تین سال سے لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں بطور جنرل سیکرٹری کام کر رہے تھے۔

مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ بقاپوری

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۹؍اگست ۲۰۰۳ء میں مکرم ڈاکٹر محمد اسحاق بقاپوری صاحب اپنی اہلیہ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ آپ کے نانا تھے۔ ایک بار جب بچپن میں آپ کو ٹائیفائیڈ ہوگیا تو حضرت مولوی صاحبؓ بھی بہت پریشان ہوئے۔ ایک روز وہ میرے والد حضرت مولوی ابراہیم بقاپوری صاحبؓ کے پاس آئے اور بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی بقاپوری سے دعا کرواؤ۔ یہ سن کر والد صاحب فوراً ہمراہ چل دیئے اور رقیہ بیگم کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر دعا کی۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں آٹھویں جماعت کا طالبعلم تھا تو مَیں نے نماز میں خوب رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ! مجھے نیک بیوی عطا فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں بتایا کہ میری بیوی کا نام رقیہ بیگم ہے۔ انہی دنوں مجھے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بھی خواب میں ملے، کسی سوال کا جواب سمجھایا اور کچھ کھانے پینے کو بھی دیا جو مَیں نے کھایا پیا۔

رقیہ بیگم نے لاہور سے B.A., B.T. کیا اور قادیان اور ربوہ کے گرلز سکولوں میں پڑھاتی رہیں۔ دوران تعلیم بھی سختی سے پردہ کیا جس کی وجہ سے آپکی بہت عزت کی جاتی تھی۔ تقسیم ہند کے وقت اپنے نانا کے ہمراہ لاہور آگئیں اور پھر حضرت مولانا صاحبؓ کی بیماری کے دوران اُن کی بہت خدمت کی توفیق پائی۔ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں آپ کا نکاح مضمون نگار کے ساتھ ہوگیا اور اگلے سال رخصتی ہوئی۔

رقیہ بیگم بہت عبادت گزار تھیں۔ ہم نے ہمیشہ گھر میں نماز تہجد ادا کی جس میں بعد میں بچے بھی شامل ہو جاتے رہے۔ اسی طرح نماز اشراق کی پابندی کرتیں اور دوسروں سے حسن سلوک بہت عمدہ تھا۔ غریبوں کی مدد کرتیں اور سینکڑوں لوگوں کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ غرباء کی شادیوں میں کھلے دل سے مدد کرتیں۔ حیادار اور صابر و شاکر تھیں۔ میرے والدین کی اتنی خدمت کرتیں کہ وہ میرے ہاں رہنے کو ترجیح دیتے۔ چندوں میں سبقت لے جانے والی تھیں۔

۱۹۷۴ء میں بوریوالہ میں میری دکانیں توڑ کر سامان جلا دیا گیا تو مَیں خالی ہاتھ اپنے گھر لاہور آگیا اور کئی ماہ تک روزانہ صرف پانچ روپے گھر کے خرچ کے لئے دیتا رہا۔ لیکن آپ نے ہمیشہ کمال صبر و شکر کا اظہار کیا۔ پھر ۱۹۸۰ء میں جوان بیٹی کا صدمہ بہت ہمت سے برداشت کیا۔ آپ کی وفات ۷؍فروری ۲۰۰۳ء کو ہوئی۔

اسلام میں واپسی
بشریٰ اولیانکا کی سرگزشت

نائیجیریا سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''العرفان'' دسمبر ۲۰۰۲ء میں ایک خاتون مکرمہ بشریٰ اولیانکا صاحبہ نے اپنی داستان بیان کی ہے۔ وہ پیدائشی احمدی تھیں لیکن آہستہ آہستہ اسلام سے دُور اور عیسائیت کے قریب ہوتی گئیں، لیکن جب انہیں اسلام کی حقیقی تعلیم کا علم ہوا تو اُن کی زندگی میں عظیم انقلاب رونما ہوا اور وہ ایک باعمل مسلمان بن گئیں۔

وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ میرے لئے بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ مَیں اب ایک مسلمان ہوں اور ایسی مسلمان جو سارے احکامات پر عمل کرتی ہے۔ اب وہ دن نہیں رہے جب مَیں عملی قسم کے مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی۔ اور اپنے خیال میں اُن کو انتہا پسند گردانتی تھی۔ کیونکہ میرے عقیدہ کے مطابق مذہب کا تعلق محض دل اور اپنی ذات سے ہے نہ کہ اُسے اپنے تقویٰ کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جائے۔ میرے خیالات کی وجہ سے میری سہیلیاں جو کہ اکثر عیسائی تھیں مجھے ایک ''سوشل قسم کی مسلمان'' خیال کرتی تھیں۔ ہماری کافی باتیں مشترک تھیں خاص طور پر لباس کے معاملہ میں۔

عجیب بات ہے کہ مَیں پیدائشی احمدی ہوں اور میرے ذہن میں شروع سے یہ موجود تھا کہ کسی عیسائی سے شادی کرنا ناپسندیدہ بات ہے بلکہ عیسائیوں کے ساتھ خصوصی میل جول بڑھانے کو بھی بُرا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اپنے لباس کی وجہ سے مَیں اُن کی کشش کا باعث بنتی تھی جبکہ میرے ذہن میں اُن کے لئے نفرت کے خیالات ہوتے تھے۔ اپنے لباس کی آزادی کے باوجود مجھے دوسروں کو یہ بتانا پڑتا تھا کہ مَیں ایک مسلمان لڑکی ہوں۔

جب مَیں یونیورسٹی پہنچی جہاں میری دوستی ایک بہت اچھی مسلمان لڑکی سے ہوگئی جو میری ہم نام ہی تھی لیکن اُس نے میرے انداز کا بھرپور محاسبہ کیا۔ مَیں بشریٰ کی بجائے ینکس کہلانا پسند کرتی تھی۔ اُس کے پوچھنے پر مَیں نے بتایا کہ بشریٰ نام کو مَیں اپنے لئے ایک دھبہ خیال کرتی ہوں اور یہ کہ مَیں ایک سوشل قسم کی مسلمان ہوں۔ ایک دن وہ میرے پاس آئی اور میرے لباس پر گفتگو کرنے لگی۔ پھر ہم اکثر مسجد میں ایک دوسرے کو ملنے لگے اور جلد ہی اُس نے میرا مسلمان ہونا میرے لئے قابل فخر بات بنادی۔ آہستہ آہستہ مجھے اپنے آپ سے شرم آنے لگی۔ کیونکہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر نظر آتی تھی اور بڑی ذہین تھی۔ مَیں اپنے دل میں اُس جیسا بننے کی تمنا کرنے لگی۔ اور میرے خیالات تیزی سے تبدیل ہونے لگے۔

مَیں نے مذہبی تعلیمات کا مطالعہ شروع کیا۔ جس سے مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس طرح میں اعتماد سے اسلام کے بارہ میں زیادہ پڑھنے لگی۔ پھر مجھے احمدیت کی تعلیمات کا علم ہوا اور مَیں دل سے احمدی بن گئی۔

پھر میری مذہبی بنیادوں میں ہلچل اُس وقت بھی ہوئی جب مَیں بیمار ہو کر ہسپتال میں داخل ہوئی تو کچھ عیسائی دوستوں نے میری مزاج پُرسی کے ذریعے دوبارہ مجھ پر اثر کرنا شروع کیا۔

اسلام سے انحراف کی طرف ایک موقعہ تب آیا جب مَیں نے اسلامی تعلیمات کے مطابق پردہ کرنا شروع کیا۔ اس وقت مولوی ایوب صاحب نے میری رہنمائی اور مدد کی۔ پھر ایک اور موقعہ پر مجھے اسلام کے لئے قربانی دینا پڑی جب مجھے ملازمت کی تلاش تھی۔ تب میرے اسلامی لباس کی وجہ سے میرا مذاق اُڑایا جاتا تھا۔ اور لوگ کہتے تھے کہ بیشمار لڑکیاں مِنی سکرٹ پہنے اس ملازمت کے انتظار میں بیٹھی ہیں، مجھے کوئی اُن پر فوقیت کیوں دے گا؟۔ الحمدللہ کہ مجھے لیگوس کی سٹیٹ گورنمنٹ میں جاب مل گئی۔ مجھے یہ بھی کہا جاتا تھا کہ مَیں اسلامی لباس پہن کر شادی کیسے کر سکتی ہوں کہ کوئی مجھے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں شادی شدہ ہوں۔ اور اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر کمزور ایمان رکھتے ہیں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی کرنا بے شمار فوائد کا موجب ہے۔

محترم میاں محمد یحییٰ صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۳ء میں محترم میاں محمد یحییٰ صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم محمود احمد قریشی صاحب رقمطراز ہیں کہ مکرم میاں محمد یحییٰ صاحب کے والد حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ نے ۱۹۰۱ء میں نیلا گنبد لاہور میں سائیکلوں کا کاروبار شروع کیا تھا۔

محترم میاں محمد یحییٰ صاحب نے ساری عمر خدمت دین اور خدمت خلق کے لئے وقف رکھی۔ وہ اطاعت کو ہی اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ سنجیدہ اور نمود و نمائش سے دُور تھے۔ اپنے فرائض بہت تندہی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے تھے۔ لاہور کے ہر فرد کے تحریک جدید کے وعدہ اور وصولی کی تفصیل فوری طور پر آپ سے معلوم کی جاسکتی تھی۔

جماعت احمدیہ لاہور کے امین ہونے کے ناطے آپ کو اکثر نیلا گنبد سے دارالذکر جانا پڑتا تھا۔ آپ کے بڑھاپے کو دیکھ کر مکرم امیر صاحب نے گاڑی بھجوانے کی پیشکش بھی کی لیکن آپ نے سائیکل پر جانا ہی بہتر سمجھا۔

اپنے کاموں سے فارغ ہو کر بہت سے احباب عموماً آپ کی دکان سے ہو کر گزرتے تاکہ جماعتی خبروں کا علم ہو جائے۔ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے۔ سالہا سال سے مجلس مشاورت کے نمائندہ بھی منتخب ہو رہے تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے قائد بھی رہ چکے تھے۔ ۱۹۵۴ء سے وفات تک جماعت لاہور کے سیکرٹری تحریک جدید اور امین وغیرہ کے طور پر خدمت کی سعادت پاتے رہے۔ نیز انصاراللہ لاہور کی مجلس عاملہ میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ محترم میاں صاحب نے ۲۹؍نومبر ۲۰۰۲ء کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۴؍ستمبر ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

چشمۂ فیض کہ ہر آن رواں رہتا ہے
باغ احمد میں بہاروں کا سماں رہتا ہے
میرے احساس کی دنیا میں سدا رہتے ہیں
ہر گھڑی پاس ہیں وہ ایسا گماں رہتا ہے
دل کی دھڑکن میں تمناؤں میں اور سانسوں میں
ایک ہی نام ہے جو زیر بیاں رہتا ہے

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۴؍ستمبر ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم ناصر احمد سید صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

سورج تھا ، کہکشاؤں کے جھرمٹ قریب تھے
تُو تھا تو آسمان کے نقشے عجیب تھے
اس کی کشش میں تھے جو زمانے کے نقش تھے
اور مہر و ماہتاب بھی اس کے نقیب تھے
سارے چمن کو ایک ہی صورت سے ربط تھا
وہ شخص اِک گلاب تھا ہم عندلیب تھے
اے تیز پا ، اے عہد کے مردِ خدا سلام!
ہم تجھ سے فیض یاب تھے ہم خوش نصیب تھے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 11 Friday, February 06, 2004 Issue No. 06

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی علاّمہ شبلی نعمانی سے نہایت دلچسپ ملاقات:

علاّمہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) نے سیرت رسولؐ، تاریخ، ادب فارسی اور علم کلام پر گرانقدر کتابیں لکھ کر علمی لٹریچر میں بیش بہا اضافہ کیا۔ انہیں سلطان ترکی نے تمغہ مجیدی عنایت فرمایا اور حکومت انگریزی نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔ آپ مولانا عبدالحلیم شررؔ، مولانا الطاف حسین حالیؔ، جناب امیر مینائی اور اکبرالہ آبادی کی طرح فرقہ پرستی سے پاک اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے اور ہمیشہ جماعت احمدیہ کی خدمات کے مدّاح رہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بانی احمدیہ مشن امریکہ کا بیان ہے کہ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں لکھنؤ کے دارالعلوم ندوہ کی سیر کے دوران انہوں نے علامہ شبلی سے بھی ملاقات کی اور دریافت کیا کہ ’’آپ عربی زبان کے فاضل ہیں آپ خود ہی بتلائیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے بکثرت غیب کی خبریں پائے اسے عربی زبان میں نبی نہیں کہتے تو اور کیا کہتے ہیں‘‘۔ علاّمہ نے عربی لغت اور علم کلام کے اس بنیادی اور فیصلہ کن سوال کے جواب میں بلا تامّل فرمایا:۔

’’ہاں بے شک لغوی لحاظ سے ایسے شخص کو نبی ہی کہا جائے گا اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنیٰ ہیں‘‘۔

حضرت مفتی صاحب کا بیان ہے :۔’’اس کے بعد گفتگو کا رخ پلٹ گیا اور مولوی شبلی صاحب فرمانے لگے کہ میں مدت سے ایک بہت مشکل اور اہم مسئلہ کے متعلق سوچ رہا ہوں مگر کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم طلبہ کو صرف عربی علوم پڑھاتے ہیں تو اُن میں وہ پرانی سستی، کمزوری اور پست ہمتی نہیں جاتی جو آجکل کے مسلمانوں کے لاحق حال ہو رہی ہے۔ لیکن اگر ان طلباء کو انگریزی علوم کا ایک معمولی چھینٹا بھی دے دیا جاتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ دین اور مذہب کو بالکل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اسی لئے حیران ہوں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔؟

البتہ میں نے آپ صاحبان کی جماعت میں یہ خوبی دیکھی ہے کہ اس کے ممبر انگریزی خواں بھی ہیں اور دین کے بھی پورے طور پر پابند ہیں‘‘۔

(’’لطائف صادق‘‘ صفحہ ۱۱۹ مرتبہ مولانا شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب۔ پبلشر حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل ادیب فاضل تاجر کتب قادیان ۱۹۴۶ء)

بورکینا فاسو (مغربی افریقہ) کی مختلف ریجنز میں خدام الاحمدیہ کے اجتماعات کا انعقاد

گودگوشہر میں "Nak" تہوار کے موقع پر جماعت کا کامیاب بکسٹال

اجتماع خدام الاحمدیہ بوروموریجن

خدام الاحمدیہ بورومو (Boromo) ریجن کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۷/اور ۱۸/اکتوبر کو منعقد ہوا۔ ۱۷/اکتوبر کو چونکہ جمعہ کا دن تھا، نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد سہ پہر ساڑھے تین بجے مقامی سکول کی گراؤنڈ میں اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ خاکسار نے خدام کو اجتماع کی افادیت اور اہمیت کے بارہ میں کچھ بتایا۔ بعدہ ورزشی مقابلے شروع ہوئے جس میں مختلف قسم کی دوڑیں، سلو سائیکل ریس، ثابت قدمی، رسہ کشی اور فٹبال وغیرہ۔

یہ مقابلہ جات جمعہ کے روز شام ساڑھے چھ بجے تک جاری رہے۔ اس کے بعد نماز مغرب وعشاء جمع کی گئیں۔

نمازوں کے بعد علمی مقابلہ جات کا آغاز ہوا جن میں تلاوت قرآن کریم، اذان، دینی معلومات اور تقریری مقابلے شامل تھے۔ ان مقابلوں میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامات دئے گئے۔

دوسرے دن یعنی ۱۸/اکتوبر کو صبح چار بجے نماز تہجد ادا کی گئی جس میں تمام خدام و اطفال شریک ہوئے۔ نماز فجر کے بعد درس ہوا اور پھر مجلس سوال وجواب منعقد ہوئی جو سات بجے تک جاری رہی۔ خدام نے بڑے ذوق وشوق سے اس میں حصہ لیا۔

اختتامی تقریب تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ مکرم امیر صاحب کے نمائندہ ظفراللہ سلام صاحب نے اطاعت کے موضوع پر خدام کو نصائح کیں اور نظام سے وابستگی اور نظام کی اطاعت کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب ہوئی اور دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

اس اجتماع میں ۱۶ جماعتوں سے ۱۲۶ خدام، چار اطفال اور آٹھ مہمان شریک ہوئے۔ خدام کی اکثریت سائیکلوں پر سفر کر کے شامل ہوئی۔

(رپورٹ: ضیاء الرحمن طیب۔مبلغ سلسلہ براموریجن)

❁❁❁❁❁

اجتماع خدام الاحمدیہ ڈوری ریجن

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈوری ریجن میں نومبر اور دسمبر ۲۰۰۳ء میں تین مقامات پر خدام الاحمدیہ کے اجتماعات منعقد ہوئے۔ بورکینا فاسو میں ذرائع آمدورفت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر خدام اجتماعات میں شامل نہیں ہوسکتے اس لئے یہ اجتماعات تین جگہوں پر منعقد کئے گئے۔

مورخہ ۲۹/اور ۳۰/نومبر کو ڈوری شہر سے ایک سو کلومیٹر دور سیبا (Sebba) میں پہلا اجتماع منعقد ہوا۔ اسی طرح دوسرا اجتماع ۵/اور ۶/نومبر کو ڈوری شہر سے ۴۵ کلومیٹر دور اور تیسرا اجتماع ۷۵ کلومیٹر دور غلغنتو میں منعقد ہوا۔ ان اجتماعات میں مرکزی روایات کے مطابق علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ علمی مقابلوں میں تلاوت قرآن کریم، اذان، حفظ قرآن کے مقابلے ہوئے۔ اسی طرح ورزشی مقابلوں میں ایک سو میٹر اور چار سو میٹر کی دوڑ، چھلانگ، ثابت قدمی، رسہ کشی وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب مقابلوں میں خدام و اطفال نے بڑے جوش وجذبہ کے ساتھ حصہ لیا۔

ان اجتماعات میں خدام و اطفال کی مجموعی حاضری ۹۵۱ رہی۔ ۱۹۷/افراد سائیکلوں پر، ۱۷۱ چھکڑوں پر اور کافی تعداد میں پیدل سفر کر کے خدام و اطفال شامل ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ بورکینا فاسو کا سالانہ اجتماع مورخہ ۲۴/اور ۲۵/دسمبر کو واگاڈوگو میں منعقد ہوا جس میں ڈوری ریجن سے ۵۵ خدام سائیکلوں پر ۳۳۵ کلومیٹر کا سفر کر کے واگاڈوگو پہنچے اور سالانہ مرکزی اجتماع میں اپنے ریجن کی نمائندگی کی۔ ڈوری ریجن سے کل ۶۵ خدام نے شرکت کی اور بڑے جوش وجذبہ کے ساتھ مقابلوں میں حصہ لیا۔ اس مرکزی اجتماع میں ۲۱ جماعتوں کی نمائندگی ہوئی۔

(رپورٹ :ناصراحمد سدھو۔ مبلغ سلسلہ ڈوری ریجن)

❁❁❁❁❁

"Nak" تہوار پر جماعت کی شرکت

گودگو شہر میں "Nak" نام سے ایک تہوار ہر سال ۲۶/نومبر سے ۳۰/نومبر تک منعقد ہوتا ہے۔ جس میں دنیا بھر سے مختلف ممالک کے تاجر سٹال لگاتے ہیں۔ امسال جماعت احمدیہ کو اس میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ سٹال کو دو بڑے بینرز اور کلمہ طیبہ سے سجایا گیا۔

۲۶/نومبر کو شام کے وقت افتتاح ہوا۔ اس موقعہ پر وزیر ثقافت کی نمائندہ خاتون میئر اور دوسرے افسران بالا ہمارے سٹینڈ پر تشریف لائے۔ اس وقت ان کو کتاب ’اسلامی اصول کی فلاسفی‘ کا تحفہ پیش کیا گیا۔ بعدہ ان افسران میں سے ایک نے ۹۰۰۰ فرانک کی کتب بھی خریدیں۔

پانچوں دن لوگوں کی کثیر تعداد سٹال پر آتی رہی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق پانچ سے سات ہزار زائرین ہمارے سٹال پر آئے اور بعض نے بڑی خوشنودی کا اظہار کیا۔ اس موقعہ پر ۷۳۰۰۰ فرانک سے زائد کا لٹریچر فروخت ہوا۔ بہت سے لوگوں نے ہمارا ایڈریس بھی لیا تا کہ رابطہ کرسکیں۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان عاجزانہ مساعی کو قبول فرمائے اور اسلام احمدیت کا پیغام لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائے۔

(رپورٹ:ضیاء الرحمن طیب۔ مبلغ سلسلہ کودگو۔)

❁❁❁❁❁❁

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔